ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲ دسمبر ۱۹۵۵

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

نہایت سکون سے نماز پڑھنا

(از حاجی کمال الدین مدرس کارپوریشن شاہ عالمی لاہور)

(۱)

اس سے پیشتر نماز اور جماعت کے فضائل اور نہ پڑھنے پر سزاؤں کے متعلق کچھ مضامین آپ کی نظروں سے گزر چکے ہوں گے۔ جن اصحاب کو پڑھنے کا موقع نہ ملا ہو تو وہ دفتر خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور سے منگوا کر پڑھ سکتے ہیں۔ انشاء اللہ پڑھنے سے عمل کی توفیق ہوگی اور ممکن ہے کہ آپ کے عمل سے مجھ سیہ کار کی بھی بخشش ہو جائے۔ اب دل کی تمنا یہ ہے کہ نہایت سکون سے نماز پڑھنے یا دل سے نماز میں متوجہ رہنے کے متعلق بھی کچھ عرض کر دیا جائے تاکہ نجات کا کچھ اور ذریعہ نکل آئے۔ اسی کو خشوع و خضوع سے نماز پڑھنا بھی کہتے ہیں۔ یہ مضمون طویل ہونے کے باعث کئی پرچوں میں آتا رہے گا۔ تھوڑا تھوڑا ہر پرچہ میں دیکھتے رہئے۔ خدا ہم سب کو عمل کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین!

دیکھنے میں آیا ہے کہ اکثر لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں اور جماعت کا بھی اہتمام فرماتے ہیں مگر ایسی بری طرح سے پڑھتے ہیں کہ وہ نماز بجائے ثواب کے اور الٹا عذاب بن جاتی ہے اور ناقص ہونے کی وجہ سے منہ پر مار دی جاتی ہے۔ گو نہ پڑھنے سے تو پھر بھی بہتر ہے کیونکہ نہ پڑھنے کی صورت میں جو عذاب ہے وہ تو بہت ہی سخت ہے اور اس صورت میں تو یہ ہوا کہ وہ قابل قبول نہ ہونے کے باعث منہ پر مار دی گئی۔ اس پر کوئی ثواب نہیں ہوا۔ لیکن نہ پڑھنے میں جس درجہ کی نافرمانی اور حکم عدولی ہوتی وہ اس صورت میں نہ ہوگی۔ البتہ یہ مناسب ہے کہ جب آدمی وقت خرچ کرے۔ کاروبار چھوڑے اور مشقت اٹھائے تو کوشش یہ ہونی چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ وزنی اور قیمتی نماز ادا کرے۔ اور اپنی طرف سے ہرگز کوتاہی نہ کرے۔ خدا تعالےٰ تمہاری پرہیزگاری تقویٰ اور اخلاص دیکھتے ہیں۔ پس جس درجے کا اخلاص ہوگا اسی درجہ کی مقبولیت ہوگی۔

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ نے جب مجھے یمن بھیجا تو آخری وصیت یہ فرمائی کہ دین کے ہر کام میں اخلاص کا اہتمام کرنا۔ اخلاص سے تھوڑا عمل بھی بہت کچھ ہو جاتا ہے۔

حضرت ثوبانؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے سنا کہ اہل اخلاص کے لئے خوشحالی ہو کہ وہ ہدایت کے چراغ ہیں۔ ان کی وجہ سے سخت سے سخت فتنے بھی دور ہو جاتے ہیں۔

ایک حدیث میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالےٰ ضعیف لوگوں کی برکت سے اس امت کی مدد فرماتے ہیں نیز ان کی دعا سے۔ ان کی نماز سے اور ان کے اخلاص سے۔

نماز کے بارے میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے بڑی خرابی ہے اُن لوگوں کے لئے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں۔ اور جو ایسے ہیں کہ دکھلاوا کرتے ہیں۔ بے خبر ہونے کے یہ معنی کہ وقت ہی کی خبر نہ ہو یا قضا کر دے یا متوجہ ہی نہ ہو۔ اِدھر اُدھر مشغول ہو یا یہی خبر نہ ہو کہ کتنی رکعتیں ہوئیں۔

دوسری جگہ منافقین کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے کہ جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو نہایت کاہلی اور سستی سے۔ یعنی صرف لوگوں کو دکھلاتے ہیں کہ ہم بھی نمازی ہیں۔

ایک جگہ چند انبیاء کا ذکر فرما کر ارشاد ہے کہ ان نبیوں کے بعد بعض ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو برباد کیا اور خواہشات نفسانی کے پیچھے پڑ گئے وہ عنقریب آخرت میں خرابی دیکھیں گے۔

ایک جگہ ارشاد ہے کہ ان کی خیرات مقبول ہونے سے اور کوئی چیز بجز اس کے مانع نہیں ہے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور نماز نہیں پڑھتے مگر کاہلی سے اور نیک کام میں خرچ نہیں کرتے مگر دل کی گرانی سے۔ اس کے بالمقابل اچھی طرح سے نماز پڑھنے والوں کے بارے میں ارشاد ہے بیشک کامیابی اور فلاح کو پہنچ گئے۔ وہ مومن جو اپنی نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔ ان کی چند اور صفات بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ جو اپنی نمازوں کا اہتمام کرنے والے ہیں یہی لوگ جنت کے وارث ہیں جو فردوس کے وارث بنیں گے اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ فردوس جنت کا اعلیٰ اور افضل ترین حصہ ہے۔ وہاں سے جنت کی نہریں جاری ہوتی ہیں۔ اس پر عرش الٰہی ہوگا۔ جب تم جنت کی دعا کیا کرو تو جنت الفردوس مانگا کرو۔

دوسری جگہ نماز کے بارے میں ارشاد باری ہے کہ بیشک نماز دشوار ہے۔ مگر جن کے دلوں میں خشوع ہے ان پر کچھ بھی دشوار نہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس کا خیال رکھتے ہیں کہ بلاشبہ وہ اپنے رب سے قیامت میں ملنے والے ہیں اور مرنے کے بعد بھی اسی کی طرف لوٹ جانے والے ہیں ایسے ہی لوگوں کی تعریف میں ایک جگہ ارشاد الٰہی ہے:۔

ایسے لوگ جن کو اللہ کی یاد سے نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تو تجارت غافل کرتی ہے نہ خرید و فروخت غفلت میں ڈالتی ہے۔ وہ ایسے دن کی سختی سے ڈرتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔ یعنی (قیامت کا دن) اور وہ لوگ یہ سب کچھ اس لئے کرتے ہیں کہ خدا ان کے نیک اعمال کا بدلہ ان کو عطا فرما دیں۔ اور بدلہ سے بھی بہت زیادہ انعامات اپنے فضل سے عطا فرما دیں۔ اور اللہ تعالےٰ تو جس کو چاہتے ہیں بے شمار عطا فرما دیتے ہیں ؎

تو وہ داتا ہے کہ دینے کے لئے
در تری رحمت کے ہر دم ہیں کھلے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نماز قائم کرنے سے یہ مراد ہے کہ اس کے رکوع و سجود کو اچھی طرح ادا کیا جائے۔ ہمہ تن متوجہ رہے اور خشوع کے ساتھ پڑھے ؎

ہے وہ دل جس دل میں ہو یارب خشوع
جو ترے رستے میں ہو جاتے رجوع

حضرت قتادہؓ سے بھی یہی نقل کیا گیا ہے کہ نماز قائم کرنے کے معنی ہیں اس کے اوقات کی حفاظت رکھنا اور وضو کا، رکوع سجود کا اچھی طرح ادا کرنا یعنی جہاں جہاں قرآن شریف میں اقام الصلوٰۃ اور یقیمون الصلوٰۃ آیا ہے یہی مراد ہے۔ اور یہی لوگ ہیں جن کی تعریف دوسری جگہ ان الفاظ سے ارشاد فرمائی گئی۔ اور رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں (یعنی اکڑ کر نہیں چلتے) اور جب اُن سے جاہل لوگ (جہالت کی) بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ سلام (یعنی سلامتی اور رفع شر کی بات کرتے ہیں ان سے دور ہی رہتے ہیں) اور یہ وہ لوگ ہیں جو رات اپنے رب کے لئے سجدہ کرتے ہیں اور نماز میں کھڑے کھڑے گزارتے ہیں۔ آگے ان کے اور چند اوصاف ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہے یہی لوگ ہیں جنکو جنت کے بالا خانے بخشے جائیں گے۔ اسلئے کہ انہوں نے صبر کیا (دین پر ثابت قدم رہے) اور جنت میں فرشتوں کیطرف سے دعا و سلام سے استقبال کیا جائیگا اور اس جنت میں ہمیشہ رہیں گے کیا ہی اچھا ٹھکانا اور رہنے کی جگہ ہے دوسری جگہ ارشاد ہے کہ فرشتے ہر دروازے سے داخل ہونگے اور کہیں گے کہ تم پر سلامتی ہو اس لئے کہ تم نے صبر کیا (دین پر مضبوط اور ثابت قدم رہے) پس کیا ہی اچھا ٹھکانا ہے۔ انہیں لوگوں کی تعریف دوسری جگہ یوں فرمائی ہے "وہ لوگ ایسے ہیں کہ رات کو ان کے پہلو ان کے بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں (یعنی اٹھ کر نماز پڑھتے رہتے ہیں) اور اپنے رب کو عذاب کے ڈر سے اور ثواب کی امید میں پکارتے رہتے ہیں۔ اور ہماری عطا کی ہوئی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں۔ سو کوئی نہیں جانتا کہ ایسے لوگوں کیلئے کیا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان پردہ غیب میں موجود ہے جو بدلہ ہے ان کے نیک اعمال کا۔

انہیں لوگوں کی شان میں ہے بیشک متقی لوگ باغوں اور چشموں (یعنی جنت) میں ہونگے اور انکو ان کے رب اور مالک نے جو کچھ ثواب عطا فرمایا اس کو خوشی خوشی لے رہے ہوں گے ۲۲ اور کیوں نہ ہو کہ وہ لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) اچھے کام کرنے والے تھے۔ وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور آخر شب میں استغفار کرنے والے تھے۔ (باقی آئندہ)

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد (۱) | یوم جمعہ ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۲ دسمبر ۱۹۵۵ء | شمارہ (۲۹)

ہماری تعلیم

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری آئندہ نسل ایسے زیورِ تعلیم سے آراستہ ہو جو نہ صرف دورِ غلامی کی برائیوں سے مبرّا ہو بلکہ پُرانی غلط روی اور کج رفتاری کی بھی تلافی کر سکے۔ لیکن قرائن شاہد ہیں کہ ہم اس کی طرف بہت کم توجہ دے رہے ہیں۔ غیر ملکی حکومت میں ہم پر اس سلسلہ میں لاتعداد پابندیاں تھیں لیکن آزاد ہونے کے بعد ہمیں ہر قسم کی تعلیم حاصل کرنے کی پوری پوری آزادی ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارا تعلیمی سلسلہ اسی پُرانی ڈگر پر چل رہا ہے۔ غیر ملکیوں کو ضرورت نہ تھی کہ رعایا کو اچھی تعلیم دلا کر اُن میں اعلیٰ اخلاق اور ارفع انسانیت پیدا کریں اور نہ وہ ملک میں فنّی اور صنعتی تعلیم رائج کر کے اپنی نجی تجارت ختم کرنا چاہتے تھے بلکہ اُن کا نظریہ تو صرف یہ تھا کہ عوام ایسی تعلیم حاصل کریں جس میں ہر طریقہ سے ان کا اپنا فائدہ ہو۔ اس کے علاوہ انہوں نے ہماری ضروریات زندگی کی فہرست بہت طویل کر دی۔ سادگی اور راست بازی کا نشان مٹا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہماری تعلیم کا مقصد ایک رہ گیا۔ یعنی تلاش معاش اور معاش حاصل کرنے کے بعد اپنی ضروریات ہی کی فکر۔ اکبرؔ مرحوم نے اس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے ع

کیا کہوں احباب کیا کارِ نمایاں کر گئے
بی۔ اے ہوئے نوکر ہوئے پنشن ملی اور مر گئے

اپنی مشینری کو چلانے کے لئے اُس نے دفتری پرزے اس کثرت سے تیار کئے کہ ایک کلرک کی جگہ لینے کے لئے سینکڑوں کلرک اُمیدوار نظر آئیں۔ اس طرح ملک میں بیکاری اور افلاس بڑھے۔ ظاہر ہے جس ملک کے یہ ابتر حالات ہوں وہاں کے باشندے تعمیری کاموں میں حصّہ لینا تو درکنار صحیح طور پر سوچ بھی نہیں سکتے۔

اب حالات بدل چکے ہیں۔ اب ہمارے ملکی حکمران ہیں۔ انہیں اوّلین فکر یہ ہونی چاہیئے کہ عوام کا تعلیمی معیار کیا ہے؟ اگر بنظرِ غائر دیکھا جائے تو آج کا طرزِ تعلیم بھی وہی ہے جو عیسائی دورِ حکومت میں تھا۔ ایسی تعلیم حاصل کر کے ہمارے ملک کے کم از کم ستّر اسّی فی صدی عوام مایوسی سے دو چار ہوتے ہیں۔ وہ صرف دفتروں میں ہی کام کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ لیکن زیادہ سے زیادہ ایسی تعلیم حاصل کی جا رہی ہے۔ اور کم از کم معاش دستیاب ہو رہا ہے اور تعلیم یافتہ طبقہ کی پریشانی کسی سے پوشیدہ نہیں۔

نظام تعلیم میں انقلاب کی ضرورت ہے۔ ایسا طریقہ جاری کیا جائے۔ جس میں ان دو پہلوؤں کو ہر حالت میں مدِّ نظر رکھا جائے۔ اوّلاً مذہبی یعنی قرآنی تعلیم اور ثانیاً فنّی تعلیم۔

جب تک مسلمان تعلیم قرآن سے آراستہ نہیں ہوتا اس وقت تک نہ صرف اس کی اخروی زندگی خطرے میں ہے بلکہ دنیوی بھی۔ قرآن کی تعلیم ہی سچی انسانیت کا سبق دیتی ہے۔ اس میں خالق کو بہ عبادت اور مخلوق کو بہ خدمت راضی رکھنے کے قواعد موجود ہیں۔ یہی تعلیم انسان کو احساسِ فرض اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی نگہداشت کا سبق دیتی ہے۔ اس لئے ایسی تعلیم کا حاصل کرنا اشد ضروری اور ناگزیر ہے۔

دوسرے کتابی علم کے ساتھ ساتھ نئی نسل کو فنّی تربیت سے بھی روشناس کرایا جائے۔ ہمارے آئندہ کے نوجوان صرف دفاتر کو ہی نہ میدانِ عمل بنائیں بلکہ ہر شعبۂ حیات میں حصّہ لینے کے لئے خود کو تیار کریں۔ اب تک ہمارے ہاں سمجھا جاتا ہے کہ پڑھائی لکھائی کی صرف دفاتر میں ہی ضرورت ہے اور دوسرے پیشہ ور اس سے نابلد رہ کر بھی گزر کر سکتے ہیں۔ یہ خیال غلط اور بے بنیاد ہے۔ ہر جگہ تعلیم کی ایک جیسی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں دوسرے ممالک کی اَمثلہ ہمارے سامنے ہیں۔ جہاں کارخانہ کا کاریگر اور دفتر کا محرر یکساں تعلیم یافتہ ہوتے ہیں۔

ہم حکومت اور عوام دونوں سے ہی درخواست کریں گے۔ کہ جلد از جلد اس طرف متوجہ ہوں۔ اور موجودہ بیکاری اور افلاس سے عبرت حاصل کرتے ہوئے آنے والی نسل کو اس سے بچائیں جو کل کو ہماری جگہ لینگے اُن کے بارے میں ہمیں ہی سوچنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ اپنے مستقبل کے متعلق فیصلہ کرنے سے معذور ہیں۔ ہمیں چاہیئے کہ اُن کے دین اور دُنیا دونوں ہی کا خیال کریں۔ اور یکجا ایسی تعلیم دیں جس میں دونوں پہلو مدِّنظر ہوں اور دونوں کی ترقی شانہ بشانہ ہو۔ مسجدوں میں ابتدائی مذہبی تعلیم دلانے اور مدرسہ میں دوسری تعلیم حاصل کرانے کا طریقہ بیکار ثابت ہو چکا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں صحیح طریقہ سے سوچنے اور راست اقدام کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(ایڈیٹر)

ضروری اعلان

الحمدللہ! اس ہفتہ آپ کا "خدام الدین" پہلی ششماہی کامیابی و کامرانی سے ختم کر رہا ہے۔ اس کا باقاعدہ اجراء ۳ جون ۱۹۵۵ء کو ہوا تھا۔ ادارہ ان تمام احباب کا تہ دل سے مشکور ہے جنہوں نے اس کی خریداری قبول فرما کر کتاب و سنّت میں ہمارا ہاتھ بٹایا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ انہیں اور زیادہ اخلاص سے دین کی خدمت میں حصّہ لینے کی توفیق دے۔

جن احباب نے شروع سے ششماہی چندہ ارسال فرمایا تھا ان کا چندہ اس ہفتہ ختم ہو رہا ہے۔ ان سے درخواست ہے کہ وہ ششماہی یا سالانہ چندہ بھجوا دیں یا وہ تحریر فرما دیں تو ان کو وی۔ پی بھیج دیا جائے۔ (مینیجر خدام الدین لاہور)

پیامِ انسانیت

اعلیٰ اخلاقی قدریں دل کے اندر کھوئی ہیں، ان کی باہر تلاش ہے

از جناب سید ابوالحسن علی صاحب ندوی

(۸)

ایک کہانی

بچپن میں ایک کہانی سنی تھی۔ ایک صاحب سڑک پر کچھ تلاش کر رہے تھے۔ لوگوں نے پوچھا۔ صاحب آپ کیا تلاش کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا جیب سے اشرفی گر گئی تھی اُسے تلاش کر رہا ہوں۔ کچھ بھلے مانس بھی ان کے ساتھ تلاش میں لگ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد کسی نے پوچھا کہ حضرت وہ اشرفی کہاں گری تھی؟ کہنے لگے گری تو گھر کے اندر تھی۔ مگر مشکل یہ ہے کہ گھر میں روشنی نہیں ہے، سڑک پر روشنی ہے اسلئے یہاں تلاش کر رہا ہوں۔

انسان کی سہولت پسندی

بظاہر تو یہ ایک افسانہ یا لطیفہ معلوم ہوتا ہے۔ مگر واقعات کی دُنیا میں دیکھیں گے تو یہی نظر آئے گا کہ جو چیز گھر میں کھوئی ہے۔ اُس کی آج باہر تلاش ہے۔ بڑے بڑے میدانوں میں آج یہی ہو رہا ہے کہ گھر کی چیز باہر تلاش کی جا رہی ہے۔ کوئی چیز کھوئی تو گئی ہے اپنے اندر مگر تلاش اس کی باہر ہے۔ کیونکہ باہر روشنی ہے۔ آج بہت سی ایسی چیزوں کی کمیٹیوں اور جلسوں میں تلاش ہے۔ سکون ــــــ امن و اطمینان اندر کی چیزیں ہیں۔ لیکن ان کی تلاش باہر ہے۔ انسانیت کی قسمت اندر سے بگڑی ہے۔ لیکن باہر اس کو بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے جس امن و سکون اور اطمینان قلب کی نہیں اور آپ کو ضرورت ہے جس محبت کی فضا ہمدردی کی فضا، اخلاق کی فضا کی نہیں آپ کو ضرورت ہے زندگی کا جو جوہر اور زندگی کا جو قیمتی سرمایہ آج مفقود ہے وہ سب دل کی دُنیا میں کھویا ہے لیکن وہاں اندھیرا ہے وہاں ہماری گزر نہیں، اس لئے ہم اس کو باہر ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ ہم نے بڑا ظلم کیا کہ پہلے ہم نے دلوں میں جانے کا راستہ کھویا اب اس کی چیزوں کو باہر تلاش کر رہے ہیں۔ آج دُنیا کے اسٹیج پر یہی ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے۔ دل کی دنیا میں اندھیرا ہے وہاں برسوں سے گھٹا ٹوپ اندھیاری ہے۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا۔ انسانی فطرت سہولت پسند ہے، اس نے کبھی یہ زحمت برداشت نہیں کی۔ کہ دل کے اندر ڈوب کر کھوئی ہوئی قیمتی چیز کو تلاش کرے، اس نے اسی کو آسان سمجھا کہ باہر روشنی میں اپنے گمشدہ مال کو تلاش کرے۔ آج قومیں حیران ہیں، بڑے بڑے حکیم اور دانا سرگردان ہیں۔ لیکن اس کا سرا نہیں ملتا کہ ہمارا مال کھویا کہاں ہے لوگوں نے جب دیکھا کہ دل کا دروازہ نہیں ملتا اور اس پر بس نہیں چلتا، اس کو روشن اور گرم کرنے کا کچھ سامان ہمارے پاس نہیں تو انہوں نے دماغ کی طرف توجہ کی اور انسانوں کے معلومات بڑھانا شروع کر دیے۔ جو بات آسان تھی وہ کرنے لگے، دماغ تک پہنچنا آسان تھا۔ انہوں نے دل کو چھوڑ کر دماغ کا راستہ اختیار کر لیا۔

آج ہر ایک اسی قافلے کا شریک ہے جو آ رہا ہے وہیں جا رہا ہے۔ دل کے اندر پہنچنے کی کوشش نہیں دُنیا کی چول جب تک اپنی جگہ پر نہ آئے سدھار ناممکن ہے گھر میں اندھیرا ہے تو روشنی باہر سے لانا پڑے گی اور گھر میں کھوئی ہوئی پونجی اور من کی لٹی ہوئی دولت کو وہیں تلاش کرنا پڑے گا۔ اگر ایسا نہ کیا تو زندگی ختم ہو جائے گی اور اس کا سراغ نہیں ملے گا۔

حقیقتوں سے کشتی نہیں لڑی جاسکتی

آج ضرورت تھی کہ ان حقیقتوں کو ابھارا جاتا۔ انسانوں کو زندگی کا مقصد بتایا جاتا۔ تعلقات درست ہوتے، انسان حیوانی سطح سے بلند ہوتے۔ ایک دوسرے سے محبت ہوتی ایک دوسرے کے لئے قربانی کا جذبہ ہوتا۔ ایک دوسرے کو بھائی کی نظر سے دیکھا جاتا، رقابت کی نظریں بند ہوتیں۔ اعتماد اور محبت کی نظریں پیدا ہوتیں۔ حقیقتیں گم ہو گئیں سب سے بڑی حقیقت، حقیقتوں کی جان یہ تھی۔ کہ کسی نے اس دُنیا کے کارخانے کو بنایا ہے۔ وہ اسی کی مرضی اور ہدایات کے مطابق ٹھیک ٹھیک چل سکتا ہے، اگر اس سے لڑنے کی کوشش کی جائے گی اور اس کی ہدایات (DIRECTIONS) کے مطابق کام نہیں ہوگا۔ تو کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا۔ گھڑی کی مثال لیجئے جو اس کا ماہر خصوصی (SPECIALIST) ہے۔ اس کی ساخت سے واقف ہے۔ وہی اس کی کل درست کر سکتا ہے، کوئی شخص خواہ کتنا بڑا عالم فاضل، ذہین اور فلسفی ہو لیکن گھڑی اس کی ذہانت اور علم سے درست نہیں ہو سکتی۔ وہ تو ماہر فن کے چلانے سے چلیگی۔ یہ دُنیا جس نے بنائی ہے اسی کی ہدایت سے ٹھیک ٹھیک چلے گی حقیقتوں سے کشتی نہیں لڑی جاسکتی، ان کے سامنے سر جھکانا ہی پڑے گا۔

انسان دُنیا کا ٹرسٹی ہے

میں اس وقت آپ سے کچھ بے لاگ باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ لعنت ہے ایسی زندگی پر جس میں کبھی سچی بات نہ کہی جاسکے۔ آج ہر آدمی فائدہ دیکھتا ہے اور فائدے کے پیش نظر سچ یا جھوٹ بولنے میں ذرا پس و پیش نہیں کرتا، دُنیا میں ایسے آدمیوں سے سدھار ناممکن ہے جو دو چار ایسے آدمی دنیا میں موجود ہیں انھیں سے دنیا قائم ہے جو ہمیشہ سچی بات کہتے ہیں چاہے جان جائے۔

آج دُنیا کے رُخ پر جو نکھار اور تابانی ہے یہاں حق گو پیغمبروں اللہ کے بھیجے ہوئے انسانوں کے خون جگر کا نتیجہ ہے جنھوں نے انسانیت کی فلاح اور قیام کے لئے اپنی زندگیاں نثار کر دیں اور اس طرح سے اس مقدس ورثہ اور گراں قدر متاع کے ہم وارث ہیں۔ انسانیت کی نجات کا راستہ وہی درخشاں راستہ ہے جسے ان لوگوں نے دکھایا، آج بھی جب تک ہم یہ نہ سمجھیں کہ دنیا ہمارے لئے ہے اور ہم خدا کے لئے ہیں۔ ہم اس کے متولی (TRUSTEE) اور امین ہیں اور خدا کے سامنے ذمہ دار اور جوابدہ ہیں۔ انسانیت کی مشکلیں حل نہیں ہو سکتیں، یہ تھا راستہ مشکل اور کانٹوں بھرا لیکن یہی انسانیت کا راستہ تھا۔ یہ ایک ذمہ داری کی بات تھی۔ لوگوں نے اس سے گریز کیا اور کلچر اور تہذیب کا نام لینا شروع کر دیا۔

انسانیت کا مسئلہ پرانی تہذیبوں سے حل نہیں ہو سکتا

دُنیا کی تمام تہذیبیں قابل احترام ہیں خصوصاً اپنے ملک ہندوستان کی تہذیب ہمیں عزیز ہے۔ یہ ہماری میراث ہے اور ہم اس کی قدر کرتے ہیں۔ لیکن انسانیت کا صحیح ارتقاء پرانی تہذیبوں سے نہیں ہو سکتا۔ ان چیزوں میں اب جان نہیں رہی۔ ان کی صلاحیت اب ختم ہو گئی۔ یہ اپنا مشن MISSION پورا کر چکیں۔ یہ اپنا پارٹ ادا کر چکیں، ان کے بہت سے پہلو اب بھی بہت اچھے ہیں۔ لیکن آج انسانیت کے عروج کے لئے اور عام اخلاقی گراوٹ کو روکنے کے لئے ان میں کوئی جان نہیں۔ ان کے پاس کوئی پیغام نہیں جس طرح ایک جگہ کی چیز دوسری جگہ نصب (ADJUST) نہیں کی جاسکتی۔ وہ ہزاروں برس کی چیز آج کے احول میں کام نہیں دے سکتی۔ مصریوں کی پرانی تہذیب رومیوں اور یونانیوں کی تہذیب اپنے وقت کی زندہ اور ترقی یافتہ تہذیبیں تھیں۔ لیکن اب وہ اپنا دور ادا کر چکی

(باقی [illegible])

خُلقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(از محمود گیلانی)

اک دن رسولؐ پاک ہوئے عازمِ سفر
سلکِ نبی کے ساتھ تھے فرخندہ کچھ گہر
جب تھک گئے تو رہ میں اقامت گزیں ہوئے
گاڑے خیام باندھ دیئے قاطر و شتر
کی عرض پھر صحابہ نے پیشِ حضور یہ
کچھ کام بانٹ لیں ہمیں ارشاد ہو اگر
ایماء سے آپ کے جو ضروری تھا طے ہُوا
مصروفِ کار ہو گئے رِل کر بہم دگر
اللہ! خود وُہ ذاتِ رسولِ انامؐ کی
خالق نے جس کا نام رکھا افضل البشر
تکوین جس کے واسطے کون و مکاں ہوئے
ہوتا ہے جس کے نام کا غل عرش و فرش پر
تھامے ہوئے تھا خُلق کی حبل المتین کو
ایندھن خود اپنے ہاتھ سے لاتا تھا کاٹ کر
غیرت سے تابعین کی جبینیں تھیں آب آب
ہر چند عرض کی کہ اے حق کے پیامبرؐ
ہے کیا ضرور آپ اُٹھائیں صعوبتیں
حاضر ہیں جب حضورؐ کے خُدّام خیر و شر
فرمایا یہ درست ہے لیکن بزعمِ من
انساں کو چاہیئے کہ پکڑ لے کوئی ہنر
یہ راز بھی نہاں ہے شریعت میں اے عزیز
چاہے جو کامیابی تو خود بھی ہو کام گر
یہ تھا وُہ خُلق و اسوۂ حسنہ حضورؐ کا
ہوتا تھا ملحدوں کے دلوں پر جو کارگر

مجلسِ ذکر

(مرتبہ چودھری عبدالرحمٰن خاں صاحب)

آج مورخہ ۸ر جمادی الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۴ر نومبر ۱۹۵۵ء مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

عالمِ وحدت اور عالمِ کثرت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اَمَّا بَعْدُ:-

عرض یہ ہے کہ فلسفۂ شریعت پر بحث کرنے والے حکماء نے جہان کی چار قسمیں بیان فرمائی ہیں:-

(۱) عالمِ ناسوت (۲) عالمِ ملکوت (۳) عالمِ جبروت (۴) عالمِ لاہوت۔

۱- عالمِ ناسوت۔ یہ جہان جس میں ہم رہتے ہیں اس کو عالمِ ناسوت یا عالمِ مادیات کہتے ہیں۔

۲- عالمِ ملکوت۔ جہاں ملائکہ عظام رہتے ہیں۔ اس کو عالمِ ملکوت کہتے ہیں۔

۳- عالمِ جبروت

۴- عالمِ لاہوت

آج میں عالمِ ناسوت اور عالمِ ملکوت کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ہم عالمِ ناسوت میں رہتے ہیں اور یہاں عالمِ ملکوت سے آئے ہوئے ہیں۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ۔ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ۔ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔

ترجمہ (اے محمدؐ) آپ سے روح کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ روح میرے پروردگار کے امر (حکم) میں سے ہے۔ اور نہیں دیا گیا تم کو علم مگر تھوڑا۔

روح عالمِ ملکوت سے آئی ہوئی ہے۔ میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ حقیقت میں انسان روح کا نام ہے۔ اس گوشت پوست اور ہڈیوں کے ڈھانچے کا نام انسان نہیں ہے۔ جسمِ انسان کا لفافہ ہے۔ کھانا پینا۔ سونا وغیرہ یہ لفافہ کی ضروریات ہیں۔ موت کے وقت یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے۔ روح کو اللہ تعالےٰ نے اس ڈھانچہ میں لا کر قید کر دیا ہے۔ موت کا مطلب یہ ہے کہ روح کو اس قید سے آزاد کر دیا جائے جیسے پرندے کو پنجرے سے آزاد کر دیا جائے تو وہ فوراً اڑ جاتا ہے۔

عالمِ ملکوت میں روح کا تعلق فقط اللہ تعالےٰ کی ذات سے تھا۔ اسی تعلق میں ہم مخمور اور مست تھے۔ وہاں نہ ہمارا کوئی باپ۔ نہ ماں۔ نہ بہن نہ بھائی تھا۔ یہاں ہمارے بے شمار تعلقات ہیں۔ ماں۔ باپ بہن بھائی وغیرہ سب سے تعلق ہے۔ گویا کہ ہم عالمِ وحدت سے عالمِ کثرت میں آئے ہوئے ہیں۔ عالمِ وحدت میں فقط اللہ سے تعلق تھا۔ عالمِ کثرت میں بظاہر سب سے تعلق ہو لیکن حقیقت میں فقط اللہ کی ذات سے تعلق رہے۔ یہی اللہ تعالےٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا ہے۔ یوم لا ینفع مال ولا بنون الا من اتی اللہ بقلب سلیم میں اسی کا ذکر کیا گیا ہے۔ قلب سلیم (یعنی سالم دل) کا یہی مطلب ہے کہ اللہ کے سوا کسی سے تعلق نہ ہو۔ یہی انسان کا امتحان ہے۔ اسی میں کامیابی انسان کا کمال ہے عالمِ وحدت میں نہ سبزی۔ گوشت۔ نہ پھل۔ نہ روٹی۔ نہ پانی اور نہ دوائی کی ضرورت تھی۔ نہ بیوی اور نہ اولاد سے تعلق تھا۔ یہاں سب چیزوں کی ضرورت ہے اور سب سے محبت ہے۔ یہی امتحان ہے کہ دل میں اللہ کے سوا کسی کی محبت نہ ہو۔ اذان میں اسی چیز کی یاد پانچ وقتہ تازہ کرائی جاتی ہے۔ اذان میں اول اور آخر اللہ اکبر کا یہی مطلب ہے کہ ہمارا اس جہان میں آنے سے پہلے بھی فقط اللہ ہی سے تعلق تھا۔ اس جہان سے رخصت ہونے کے بعد بھی فقط اسی سے تعلق ہوگا۔ درمیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو پیشِ نظر رکھ کر دروازہ الٰہی پر آنے کی دعوت ہے یہی مسلمان کا پروگرامِ زندگی ہے اور یہی اسلام کا خلاصہ ہے۔ اس کے بعد حی علی الفلاح میں بتلا دیا کہ نتیجہ فلاح (امتحان میں کامیابی) ہوگا۔

تحصیلدار۔ نائب تحصیلدار۔ قانونگو اور پٹواری کی ضرورت اس شخص کو پڑتی ہے۔ جس کا تعلق ڈپٹی کمشنر سے نہ ہو۔ جس کا براہ راست ڈپٹی کمشنر سے تعلق ہو اس کو ان کے ہاں جانے کی ضرورت ہی نہیں۔ ڈپٹی کمشنر خود ہی ان سے کہہ کر کام کرا دے گا۔ اسی طرح جس کا کمشنر سے تعلق ہو اس کو ڈپٹی کمشنر سے ملنے کی کیا ضرورت ہے۔ وزیرِ اعلیٰ کے ملنے والے کو کمشنر کا ممنونِ احسان ہونے کی ضرورت نہیں۔ جس کا گورنر سے تعلق ہوگا۔ وہ ان سب سے بے نیاز ہوگا۔ جس کا تعلق خدا سے ہو اس کو کسی چھوٹے کی کیا ضرورت ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔ نمازی نماز میں اپنے پروردگار سے سرگوشی کرتا ہے۔ کَاَنَّمَا یُنَاجِیْ رَبَّہٗ۔ مناجات کے معنی سرگوشی ہے۔ مستورات اور بچوں کو بھی گھروں میں اذان کی آواز پہنچ جاتی ہے۔ یہ اذان اسلام کا خلاصہ ہے۔ ہر مرد۔ عورت اور بچے تک اس کی آواز پہنچ جاتی ہے۔ اسی لئے اذان بلند جگہ پر دی جاتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیا کرام سب اللہ تعالےٰ کے مقبول و مرحوم بندے ہیں لیکن حاجت روائی کے لئے ہم فقط اللہ تعالےٰ کا ہی دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ حضورؐ کا ارشاد ہے من احب اللہ و ابغض للہ واعطی للہ ومنع للہ فقد استکمل الایمان ؟ (جس نے اللہ کے لئے کسی سے محبت کی اور اللہ ہی کے لئے (کسی سے) دشمنی رکھی اور اللہ کے لئے دیا اور اللہ کے لئے دینے سے ہاتھ روکا پس تحقیق اس نے اپنا ایمان کامل کر لیا) تکمیل ایمان کے لئے حب۔ بغض۔ عطا اور منع اللہ کے لئے مخصوص کرنے کو ضروری قرار دے رہے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی تخلیق کا مقصد سمجھنے اور اس کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! اس کے لئے صحبت کی ضرورت ہے۔ عربوں کی اسلام سے پہلے کیا حالت تھی۔ شراب۔ جوا وغیرہ سب اخلاقی برائیاں ان کے اندر پائی جاتی تھیں۔ شاذونادر ہی ان برائیوں سے بچے ہوئے تھے۔ جیسے صدیق اکبرؓ اور ابوذر غفاریؓ ہیں۔ بعد میں اللہ تعالےٰ نے ان کو خیرامۃ کا لقب عطا فرمایا۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (الآیۃ) یہ انقلاب کس طرح

ان کے اندر آیا۔ قرآن کی تعلیم اور حضورؐ کی صحبت سے۔ ہمارے پاس بھی قرآن وہی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں وہ صحبت نہیں رہی۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کو جو صحبت نصیب تھی وہ تابعین کو نہ ملی۔ جو تابعین کو حاصل ہوئی تبع تابعین اس سے بھی محروم ہو گئے۔ صحبت کی کمی ہوتی آ رہی ہے۔ بعض جدید تعلیم یافتہ دین کی ریسرچ کرتے ہیں۔ ان کو علم ہے۔ وہ جانتے سب کچھ ہیں۔ مگر صحبت نہ ہونے کے باعث ؎

نہ صورت نہ سیرت نہ خال و خط
بمحبوب نامش نہادند غلط

اوّل تو صحبت نہیں رہی۔ اگر مل جائے تو ہر شخص کو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق نہیں ہوتی۔ صحبت سے ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق فائدہ اٹھاتا ہے۔ کاشت کار تو زمین میں یکساں بیج ڈال دیتا ہے۔ لیکن زمین اپنی استعداد کے مطابق اس کو اگاتی ہے۔ بیج کہیں کم اور کہیں زیادہ اگتا ہے۔

حضرت امروٹیؒ کے خدام میں سے ایک شخص مولوی محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ وہ پست قد تھے۔ اور داڑھی لمبی تھی۔ وہ حضرت حافظ محمد صدیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھی رہ چکے تھے۔ ایک دفعہ ان کے مکان میں آگ لگ گئی۔ لوگ مکان سے سامان باہر نکال کر رکھتے جائیں اور وہ اٹھا اٹھا کر اندر آگ میں ڈالتے جائیں اور فرماتے جائیں کہ جس نے دیا تھا جب وہی جلانا چاہتا ہے تو تمہیں اس کو بچانے کا کیا حق ہے۔ وہ حضرت امروٹیؒ کے عاشق تھے۔ ایک دفعہ راتوں رات مچھلی پکوا کر حضرت کے لئے لائے۔ جب کسی نے ان سے پوچھا کہ مولوی صاحب کس سواری پر آئے ہو تو فرمانے لگے کہ عشق کے گھوڑے پر سوار ہو کر آیا ہوں۔

ان کو سامان سے نہیں اللہ تعالے کی ذات سے تعلق تھا۔ اس لئے آگ میں اٹھا اٹھا کر ڈالتے جاتے تھے۔ کہ شاید اللہ تعالے اسی میں راضی ہے۔ دنیا دار کے گھر میں آگ لگ جائے تو آسمان سر پر اٹھا لیتا ہے۔ اللہ تعالے فرماتے ہیں:—

(لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتٰكُمْ) سورہ الحدید رکوع ۳ پارہ ۲۷

(ترجمہ:— تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج نہ کرو۔ اور جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں) اگر وہ چھین لے تو ان کو غم نہیں ہوتا۔ ایک دوسرے بزرگ کا واقعہ ہے۔ ان کا نام خلیفہ محمد خانؒ تھا۔ رات کو ان کے بیٹے کا انتقال ہو گیا۔ ساری رات بیٹے کے سرہانے بیٹھے رہے۔ جو پوچھنے آتا اس سے فرما دیتے کہ آرام آ گیا ہے۔ صبح لوگوں کو انتقال کی اطلاع دی اور جنازہ کی تیاری کے لئے فرمایا۔

اللہ تعالے نے ہم کو وحدت سے کثرت میں لا کر ڈال دیا ہے اور چاہتے ہیں کہ یہاں بھی عالم وحدت کا بھی رنگ ہو۔ اس کے لئے صحبت کی ضرورت ہے

ع بے میوہ ز میوہ رنگ گیرد

حقہ نوشوں کی صحبت میں آہستہ آہستہ حقہ کی عادت پڑ جاتی ہے۔ چلم بھر کر دینے اور حقہ چلانے سے کئی بچے حقہ پینے لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح بھنگ نوشوں کی صحبت کا بھی اثر ہوتا ہے۔ اگر بُری صحبت میں بیٹھ کر انسان بد ہو سکتا ہے تو نیکوں کی صحبت میں اس کے اندر نیکی کا رنگ پیدا ہو گا۔ شجرۂ طریقت اسی لئے ہوتا ہے۔ آپ کے شجرہ میں ایک میں ہی گنہگار رہ گیا ہوں۔ باقی مجھ سے اوپر حضورؐ تک سب اولیاء کرام ہی ہیں۔ اولیاء کرام کی صحبت میں رہ کر ہی یہ باتیں سیکھی اور سیکھی ہیں۔ گھوٹ کر کوئی نہیں پلاتا۔ طالب صادق کو کامل سے عشق ہوتا ہے۔ حضرت امروٹیؒ نے سکرات کی حالت میں فرمایا کہ میرا منہ ابا کی طرف کر دو۔ ابا سے ان کی مراد شیخ (حافظ محمد صدیقؒ) سے تھی۔ دین پور شریف اور امروٹ شریف میں اگر کسی شخص کا نام شیخ کا ہوتا تو اس کا نام نہ لیتے تھے۔ اس کو نالے مٹھے (یعنی میٹھے نام والا) کہتے تھے۔

یہ شیخ کا ادب تھا پہلے زمانہ میں ہمارا تمدن یہ تھا کہ عورتیں خاوند کا نام نہ لیتی تھیں۔ یہ ادب تھا۔ عقیدت اور اطاعت خدا کی نعمتیں ہیں۔ یہ ہوں تو کامل سے فیض ہوتا ہے منتقل ؎

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

عقیدت۔ ادب اور اطاعت کے لحاظ سے ہی خلفاء کے درجے ہوتے ہیں۔

حاصل یہ نکلا کہ وحدت سے کثرت میں ڈال دیا جانا ہی ہمارا امتحان ہے۔ اور کثرت میں رہ کر بھی ہم نے وحدت والا تعلق اللہ سے رکھنا ہے۔ اللہ تعالے مجھے اور آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

جوامع الکلم

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِامْرِیٍٔ مَّا نَوٰی۔ فَمَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ مَنْ کَانَتْ ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوْ اِمْرَاَۃٍ یَّتَزَوَّجُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا ھَاجَرَ اِلَیْہِ
(مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

ترجمہ:— حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ (آپ نے) فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک اعمال کا (دارومدار) نیت پر ہے۔ اور بے شک آدمی کے لئے ہے وہی چیز جس کی وہ نیت کرے۔ پس جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔ اور جس شخص کی ہجرت دنیا حاصل کرنے کے لئے یا عورت کیلئے ہے کہ اس سے نکاح کرے پس اس کی ہجرت اس کے لئے ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اصول دین میں سے ہے۔ ہر عمل کی اچھائی اور برائی کا انحصار عمل کرنے والے کی نیت پر ہے اگر نیت اچھی ہے تو عمل خواہ بظاہر بُرا ہو۔ وہ اللہ کے ہاں اچھا تصور ہو گا۔ مثلاً ایک ڈاکٹر ایک مریض کی ٹانگ کاٹتا ہے۔ اگر وہ یہ کام بلا فیس محض خدا کے لئے کرتا ہے اور نیت یہ ہے کہ ایک مسلمان کی ٹانگ کاٹنے سے اس کی جان بچ جائے گی اور وہ اپنے اہل و عیال کی ضروریات کما سکے گا تو اس کا یہ فعل نیکی تصور ہو گا۔ اس کے بالمقابل اگر نیت بُری ہے تو عمل خواہ بظاہر اچھا ہو، لیکن اللہ تعالے کے ہاں وہ بُرا ہی لکھا جائے گا۔ مثلاً:— ایک سی۔ آئی۔ ڈی (C.I.D) کا سپاہی بظاہر جمعہ کی نماز ادا کرنے آتا ہے۔ لیکن نیت یہ ہے کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس کو خطیب کے خلاف جا کر رپورٹ دے تو اس کا جمعہ کی نماز پڑھنا اللہ کے ہاں کوئی قیمت نہیں رکھتا۔ اس کے متعلق حضرت امام اعظمؒ کا بھی ارشاد سن لیجئے:

آپؒ سے کسی شخص نے پوچھا کہ ادھر مجھے بیت الخلاء میں جانے کی ضرورت ہے اور ادھر نماز باجماعت تیار ہے۔ فرمائیے میں کیا کروں۔ آپؒ نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری نماز باجماعت کے حکم میں ہو جائے تو پہلے نماز پڑھ لو۔ لیکن اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارا بیت الخلاء جانا وہاں بیٹھنا اور واپس آنا سب نماز میں تصور ہو تو پہلے بیت الخلاء ہو آؤ تاکہ اس کے بعد اطمینان سے نماز ادا کر سکو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۹ ربیع الثانی ۱۳۷۵ھ مطابق ۲۵ نومبر ۱۹۵۵ء

خدا تعالیٰ سے بغاوت کے دو سبب

دولت کا نشہ —— اور —— خواہشات نفسانی

از جناب شیخ تفسیر مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور

واقعہ یہ ہے کہ بجز ان مسوخ الفطرۃ ہستیوں کے خدا تعالےٰ کی ہستی کے منکر ہو گئے ہوں۔ تمام بنی نوع ان خدا تعالےٰ کو اپنا معبود تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس عظمت بھی دل میں رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے دیکھا گا کہ ہندوؤں۔ سکھوں۔ حتیٰ کہ چماروں میں بھی اللہ ذکر کرنے والوں کو بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ دراصل یہ محبت اسی عہد کا نتیجہ ہے۔ جو اللہ الےٰ نے اپنے بندوں سے روز ازل میں لیا تھا۔ تعالےٰ (وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى سِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط قَالُوْا بَلٰى ج شَهِدْنَا ج تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً بَعْدِهِمْ ج اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝)

(سورہ الاعراف رکوع ۲۲)

ہ) اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے کی اولاد کو نکالا۔ اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار یا۔ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ انہوں نے کہا۔ ہے۔ ہم اقرار کرتے ہیں۔ کبھی قیامت کے دن نے لگو۔ کہ ہمیں تو اس کی خبر نہ تھی۔ یا کہنے لگو کہ رے باپ دادا نے ہم سے پہلے شرک کیا تھا۔ ہم ان کے بعد ان کی اولاد تھے۔ کیا تو ہمیں کام پر ہلاک کرتا ہے جو گمراہوں نے کیا۔

مزید ثبوت

مذکورۃ الصدر آیات کے ذکر کرنے سے پہلے انسان کا اللہ تعالےٰ سے فطرتی تعلق ہونے کا ت دے چکا ہوں مزید برآں یہ ہے کہ اگر پہاڑوں چوٹیوں یا گنجان جنگلوں میں چلے جائیں۔ جہاں کی طرف دعوت دینے والے ہادیوں کا گذر نہ ہوا وہاں بھی جو انسان پائے جائینگے۔ ان کو بھی ایک ذات کو مانتے ہوئے آپ ضرور پائیں گے۔ ے وہ دیکھ نہیں سکے۔ اور نہ اس کی بات ہی نتے ہیں۔ یہی دراصل خدا تعالےٰ کا تصور ہے جو ازل کی یاد ہے۔ یہ الگ چیز ہے کہ کوئی شیطان انہیں یہ تعلیم دیدے کہ وہ شخص جسے تم دیکھتے نہیں۔ اور مانتے ہو۔ وہ اس درخت میں رہتا ہے۔ یا اس پتھر میں رہتا ہے۔ یا دریا میں رہتا ہے۔ پھر وہ لوگ اپنی فطرتی محبت کی بناء پر اس درخت یا اس پتھر یا اس دریا کی پوجا کرنے لگ جاتے ہیں۔ کہ چونکہ ہمارا معبود ان چیزوں کے اندر ہے۔ اس لئے ہم ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور انہیں سجدہ کرتے ہیں۔ اور ان کے روبرو ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تاکہ ہمارا محبوب حقیقی راضی ہو جائے۔

پھر بغاوت کیوں

پہلا سبب

اللہ جل شانہٗ نے قرآن مجید میں انسان کی بغاوت کے دو سبب بیان فرمائے ہیں۔ اور وہ دراصل بمنزلہ بنیاد کے ہیں۔ ان کے سبب سے انسان ہزاروں گناہ کرتا ہے پہلا سبب دولت کی فراوانی ہے۔ قولہ تعالےٰ :۔

(كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى)

سورۃ العلق پارہ ع۳۰

(ترجمہ) ہرگز نہیں بے شک انسان سرکش ہو جاتا ہے جبکہ اپنے آپ کو غنی پاتا ہے

قولہ تعالےٰ (يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ط وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ج وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ج) الآیۃ سورۃ التوبۃ رکوع ع۱۰ پارہ ع۱۰)

(ترجمہ) منافق) اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے نہیں کہا۔ اور بے شک انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو گئے۔ اور انہوں نے قصد کیا تھا۔ ایسی چیز کا جو نہیں پا سکے۔ اور یہ سب کچھ اسی کا بدلہ تھا۔ کہ انہیں اللہ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے دولت مند کر دیا۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالےٰ کے فضل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی سے دولت مند ہو گئے۔ اور پھر دولت کے نشہ میں جس سرسبز و شاداب درخت کے سایہ میں آرام پا رہے تھے۔ اسی کی جڑ کاٹنے لگ گئے۔

قولہ تعالےٰ (وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لا رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ج رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ)

الآیۃ سورۃ یونس رکوع ۹ پارہ ع۱۱

(ترجمہ) اور موسےٰ نے کہا۔ اے رب ہمارے تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیا کی زندگی میں آرائش اور ہر طرح کا مال دیا ہے۔ اے رب ہمارے یہاں تک کہ انہوں نے تیرے راستہ سے گمراہ کر دیا۔ اے رب ہمارے ان کے مالوں کو برباد کر دے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے فرعون اور دوسرے سرداروں کو ہر قسم کا مال عطا فرمایا تھا۔ اس لئے وہ گمراہ ہو گئے۔ اس لئے موسیٰ علیہ السلام غصہ میں آکر فرماتے ہیں۔ اے اللہ ان کا مال برباد کر دے۔

ہمیشہ دولتمندوں کی بغاوت تباہی کا باعث بنتی رہی

اکثر غریب آدمی اپنے بچوں کی دال روٹی کی فکر ہی میں دن رات پریشان رہتے ہیں۔ ان کے پاس اتنی دولت کہاں ہوتی ہے۔ کہ فارغ البال ہو کر عیاشی کریں۔ عیاشی کے لئے بھی دولت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور وہ دولتمندوں اور سرمایہ داروں کے پاس ہوتی ہے۔ دولتمندوں کی عیاشی سارے ملک کی تباہی کا باعث بنتی ہے۔ غریب بھی ان کی عیاشی میں شریک ہو جاتے ہیں۔ پھر سب پر عذاب الٰہی یکساں آتا ہے۔ کیونکہ پھر امیر اور غریب دونوں ہی مجرم ہو جاتے ہیں۔ مثلاً کسی امیر نے اپنے بیٹے کی شادی پر کسی گانے والی بازاری عورت کو فیس دے کر بلایا۔ اب اس گانے کی مجلس میں سارے گاؤں کے غریب بھی تماشہ بینی کے طور پر شامل ہو گئے۔ ساری رات وہ گاتی رہی۔ اور سب آدمی سنتے رہے۔ اللہ تعالےٰ سب سے ناراض ہوگا۔ سب ہی مجرم ہو کر عذاب الٰہی کے مستحق ہو جائیں گے۔ یا مثلاً سینما گھر کا بنانا اور اس کے متعلقہ ساز و سامان کو بہم پہنچانا یہ فقط دولت مندوں کا کام ہے۔ جس میں کئی مردوں اور عورتوں کے ایمان برباد ہوں گے۔ روپیہ اور وقت عزیز کی بربادی اس کا عام نتیجہ ہے۔ اس گناہ کے اڈے کا بنانا تو دولت مندوں کا کام تھا۔ مگر روزانہ ایک مزدور بھی بارہ آنہ کا ٹکٹ لے کر رات کو تماشا دیکھنے آتا ہے۔ وہ غریب بھی مال حلال بود بجائے حرام رفت کا مجرم ہو جاتا ہے۔ اور عذاب الٰہی کا مستحق ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کے باغیوں کی فہرست کے صف اوّل میں دولت مندوں کا نام لیا گیا ہے۔ اور اصلی مجرم انہیں ہی کو قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

قولہ تعالےٰ (وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا) سورۃ بنی اسرائیل رکوع ۲ پ۱۵

(ترجمہ) اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے دولت مندوں کو کوئی حکم دیتے ہیں۔ پھر وہ وہاں نافرمانی کرتے ہیں۔ تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔ اور ہم اسے برباد کر دیتے ہیں۔

شبہ اور اس کا جواب

اگر کسی کے دل میں یہ شبہ پیدا ہو۔ کہ نافرمانی تو دولت مندوں نے کی اور عذابِ الٰہی ساری بستی پر آیا۔ جس میں غرباء بھی ہلاک ہو گئے۔ اسی کا جواب میری وُہ عرضداشت ہے۔ جو آیت کے لکھنے سے پہلے بالتفصیل عرض کر چکا ہوں۔

اس مرض کا علاج

دولت کے نشہ کے باعث انسان کے اندر اللہ تعالےٰ سے بغاوت کا جو مادہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ آپ بالتفصیل سن چکے ہیں۔ اب مرض کا علاج بھی ملاحظہ ہو۔ اور وہ قیامت کے دن اللہ تعالےٰ کے روبرو پیش ہو کر حساب کتاب دینا ہے۔ جن کے دل میں یہ خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ وُہ پھر دولت کو بے جا خرچ نہیں کرتے۔ بلکہ ایسی جگہ خرچ کرتے ہیں۔ جہاں اللہ تعالیٰ راضی ہو۔ اور قیامت کے دن کے حساب و کتاب میں خجل نہ ہوں۔ انہی لوگوں کے متعلق قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

قولہ تعالےٰ :۔

يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيرًا ۝ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِينًا وَّيَتِيمًا وَّاَسِيرًا ۝ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُورًا ۝ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۝)

(سورہ الدھر رکوع ۱ پارہ ۲۹)

(ترجمہ) وہ (خدا سے ڈرنے والے) اپنی منتیں پوری کرتے ہیں۔ اور اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں۔ جس کی مصیبت ہر جگہ پھیلی ہوئی ہو گی۔ اور وہ اس کی محبت (یعنی اللہ کی محبت) پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم جو تمہیں کھلاتے ہیں۔ تو خاص اللہ کے لئے۔ نہ ہمیں تم سے بدلہ لینا مقصود ہے۔ اور نہ شکر گذاری۔ ہم تو اپنے رب سے ایک اداس (اور) ہولناک دن سے ڈرتے ہیں۔

اللّٰھم اجعلنا منھم

بغاوت کا دوسرا سبب

خواہشات نفسانی

اگرچہ دولت مند جو بغاوت کرتا ہے۔ وہ بھی خواہشات نفسانی ہی کے پورا کرنے کے لئے کرتا ہے۔ مگر خواہشات نفسانی کے باعث بغاوت کرنے والے ضروری نہیں ہے کہ وہ دولت مند بھی ہوں۔ مثلاً :۔ ـــ چور اچکا ...... خواہش نفسانی کے پورا کرنے کے لئے چوری کرتا ہے۔ یا ڈاکو اپنی نفسانی ہوس پورا کرنے کے لئے ڈاکہ ڈالتا ہے۔ اس کے اندر درندگی کی جو صفت پیدا ہو چکی ہے وُہ اسے اس ظلم پر آمادہ کرتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس!

خواہشات نفسانی کی تفصیل

قولہ تعالےٰ (زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۭ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ) سورہ آل عمران رکوع ۲ - پارہ ۳

(ترجمہ) لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہوا ہے۔ جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی۔ یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے۔ اور اللہ ہی کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ اگرچہ یہ چیزیں انسانوں کی مرغوب طبع ہیں اور اکثر انھیں کے حاصل کرنے میں مصروف اور یادِ الٰہی سے غافل رہتے ہیں۔ حالانکہ یہ چیزیں فانی اور انسان سے چھن جانے والی ہیں۔ اگر انسان اچھا اور عمدہ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے باقی رہنے والا ٹھکانا چاہے۔ تو وُہ مرنے کے بعد اللہ تعالےٰ کے حضور میں پہنچنے کے بعد ہی مل سکتا ہے۔ اور اس کے حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے۔ کہ دنیا کے عیش و آرام کو مقصود بالذات نہ بنائے۔ بلکہ اپنی خواہشات پوری کرنے میں رضاءِ الٰہی کو پیش نظر رکھے۔ اللہ تعالےٰ نے جس حد تک اجازت دی ہے۔ اس دائرے کے اندر رہ کر ان خواہشات کو پورا کرے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :۔

فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۙ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۙ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۗ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۙ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝

(سورۃ النّزعٰت رکوع ۲ (پارہ ۳۰)

ترجمہ :۔ سو جس نے سرکشی کی۔ اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی۔ سو بے شک اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور لیکن جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا۔ اور اس نے اپنے نفس کو بری خواہش سے روکا ہو گا۔ بے شک اس کا ٹھکانا بہشت ہی ہے [illegible]

اس بغاوت کا علاج

اللہ تعالےٰ نے مذکورۃ الصدر آیات میں اس بغاوت کا علاج بھی فرما دیا ہے۔ اور وہ خوفِ خدا ہے۔ جس قدر انسان کے دل پر خوفِ خدا کا غلبہ ہو گا۔ اسی قدر خواہشات نفسانی سے بچ سکے گا۔

قرآن مجید میں اسکی تائید

موجود ہے۔ قولہ تعالےٰ (وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝)

(سورۃ الانعام رکوع ۶ پارہ ۷)

(ترجمہ) اور اس قرآن کے ذریعہ سے ان لوگوں کو ڈرا جنہیں اس کا ڈر ہے۔ کہ وہ اپنے رب کے سامنے جمع کئے جائیں گے۔ اس طرح پر کہ اللہ کے سوا ان کا کوئی مددگار اور سفارش کرنے والا نہ ہو گا۔ تاکہ وہ پرہیزگار ہو جائیں +

دُعا

اے اللہ ہمیں اپنے فضل و کرم سے اپنی بغاوت سے بچا۔ اور صحیح معنی میں اپنا وفادار بنا۔ اے اللہ ہمیں وہ دولت یا وہ اولاد یا دُنیا کا وہ ساز و سامان نہ دے جو تیرا باغی بنا دے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

نغماتِ توحید

جگر للادینی

یہ کس کا نور ہے شب کے درخشاں تاروں میں
یہ کس کی نکہت رنگت ہے لالہ زاروں میں
زمیں پہ لولوئے شبنم بساطِ سبزہ پہ
فلک پہ کہکشاں کے شگفتہ ہاروں میں
ہیں کس کے نور کی جھلکیں صدف کے سینے میں
ہے کون جلوہ نما برق کے اشاروں میں
نوائے بلبلِ رنگیں میں مصحفِ گل میں
وہ سوزِ عشق میں اور حسن کی بہاروں میں
حریر و پرنیاں نازک ہیں جس کی قدرت سے
اسی کے حکم سے سختی ہے کوہساروں میں
سکوتِ شب میں وہ جس کا پیام ہے [illegible]
اسی کی حمد کے نغمے ہیں آبشاروں میں

بلند تر ہے ثریا سے بھی مقام اس کا
ملا جو ساقی کوثر کے خاکساروں میں

خلافت اور حکومت

(از جناب حکیم فضل حق صاحب نوشہرہ ۔ پشاور)

اسلام سے قبل قوموں ملکوں کے تاریخی حالات پر بغور و فکر سے نظر ڈالی جائے۔ ان کے ملکی سیاسی و معاشی واقعات کا بنظرِ عمیق مطالعہ کیا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہو کر سامنے آجائے گی کہ اقوام عالم اسلام سے پہلے ملوکیت اور شہنشاہیت کے ظالمانہ و جابرانہ نظام سلطنت میں گرفتار تھیں۔ امراؤں اور بادشاہوں کا طبقہ بھی من مانی کارروائیوں سے ملک و قوم کے لئے وبالِ جان بنا ہوا تھا۔ سلطنت کا کوئی قانون نہ تھا۔ حکمرانی کے لئے کسی قسم کے اصول و ضوابط نہ تھے۔ فرمانرواؤں اور حکمرانوں کے منہ سے ہر جائز و ناجائز نکلی ہوئی بات قول فیصل تصور کی جاتی تھی ان کا ہر قول و فعل دوسروں کے لئے قانونی حیثیت رکھتا تھا اور وہ بذاتِ خود کسی قانون یا اصول کے پابند نہ تھے اور نہ ہی کسی قسم کی پابندی کو وہ اپنے لئے جائز خیال کرتے تھے۔ یہ ہی مطلق العنانی تھی کہ جس کے نشہ میں مست ہو کر اپنی سرداری اور آقائیت کا اعلان ڈنکے کی چوٹ سے کرتے ہوئے تمام رعایا کو اپنا زر خرید غلام جانتے تھے۔ ملوکیت کے ان جابرانہ تخیلات و غیر عادلانہ نظریات نے نوعِ انسانی میں ایسی غلامانہ ذہن و فکر کی آبیاری کی کہ جس نے بنی نوع انسان کو آزادی رائے و ضمیر سے قطعاً محروم کر دیا تھا۔ جو بحیثیت انسان ہونے کے اس کا فطری حق تھا۔

ملوکیت کے نتائج

اس غیر جمہوری نظام حکومت کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ حکمران طبقہ کے دل و دماغ و رگ و پے میں یہ باطل اور فرسودہ خیال پورے طور سے سرایت کر چکا تھا کہ امارت و سلطنت کے واحد حق دار ہم اور ہمارا ہی خاندان ہے۔ اس کی اجارہ داری بلا شرکت غیر ہمارے لئے ہی مخصوص ہے کسی میں اتنی جرأت اور دلیری نہ تھی کہ ان کے اس فرعونی اعلان انا ربکم الاعلیٰ کے خلاف لب کشائی کر سکے۔ ان حالات کی بنا پر قوموں میں اونچ اور نیچ کا تصور پیدا ہوا۔ شودر اور برہمن کی تفریق رونما ہوئی چھوٹی اور بڑی ذاتوں اور نسلوں کا تفرقہ ظہور پذیر ہوا جس سے ابن آدم میں مجلسی معاشی اور سیاسی مساوات کا نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ اخوت انسانی پارہ پارہ ہو گئی۔ انسان انسان سے دست و گریبان نظر آیا۔ طبقاتی جنگیں شروع ہوئیں۔ قومی ملکی نسلی اور خاندانی جنگوں اور لڑائیوں نے مؤدت و محبت انسانی کو نفرت و حقارت سے بدل

نظام خلافت

اسلام آیا تو وہ اپنے ساتھ ایک عادلانہ نظام لایا اس نے قدیم نظم سلطنت و حکومت کو کہ جس کی بنیاد غیر جمہوری تھی بدل ڈالا۔ شہنشاہیت کی بساط الٹ ڈالی۔ ملوکیت کے بد ترین نظم و نسق کے مقابلے میں نظام خلافت پیش کیا۔ اس نے حکومت کی باگ ڈور خاندانوں، قبیلوں اور شاہی افراد سے چھین کر عوام کے سپرد کر دی۔ اسلام کا دعویٰ ہے کہ اس کے قوانین ھُدًی لِلنَّاس یعنی تمام مخلوق کے لئے ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم کا نزول بھی نوعِ انسانی کے لئے ہوا ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:۔

اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ۔ (ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے کتاب تیری طرف بھیجی کہ تو روئے زمین کے تمام انسانوں میں حق کا فیصلہ کرے۔

چونکہ پروردگار عالم رب العالمین ہے۔ اس لئے اس کے قوانین قومی ملکی اور نسلی جنبہ داری سے اور طرف داری سے بالکل مبرا ہیں۔ اس کا خطاب پوری نسل آدم سے ہے۔ اس کی ہدایات روئے زمین پر بسنے والے انسان کی فلاح و بہبود کے لئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں خلافت کی بنیاد وراثت پر نہیں رکھی گئی، بلکہ اس کی اساس ایمانداری تقویٰ للّٰہیت لیاقت اور اہلیت پر استوار کی گئی ہے۔ اور یہ ہی اسلام کے عالمگیر ہونے کا بین ثبوت ہے۔

شرائطِ انتخاب

میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ اسلام میں امیر کا انتخاب قابلیت اور اہلیت پر منحصر ہے نہ خاندانی وجاہت نہ نسلی فوقیت اور نہ دولت و ثروت پر۔ اسی اصول پر بنی اسرائیل کا واقعہ شاہد و گواہ ہے حضرت شموئیل علیہ السلام سے بنی اسرائیل نے یہ خواہش ظاہر کی ہم اپنے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرنا چاہتے ہیں۔ اس امر کی تکمیل کے لئے اپنے واسطے کسی امیر کا انتخاب چاہتے ہیں تاکہ اس کی سرکردگی میں ہم اجتماعی رنگ میں جہاد کر سکیں

شموئیل علیہ السلام نے فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ بَعَثَ لَکُمْ طَالُوْتَ مَلِکًا قَالُوْٓا اَنّٰی یَکُوْنُ لَہُ الْمُلْکُ عَلَیْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْکِ مِنْہُ وَلَمْ یُؤْتَ سَعَۃً مِّنَ الْمَالِ ۝

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارا امیر مقرر فرمایا ہے بنی اسرائیل نے کہا کہ وہ ہم پر کیسے امیر ہو سکتا ہے

بنی اسرائیل نے طالوت کی امارت پر جو اعتراض کئے اس کے محرکات یہ ہیں۔ ایک عرصہ سے اسرائیل میں نبی سبط لاوی میں مبعوث ہوتے رہے۔ حکمرانی و امارت کا سلسلہ سبط یہودا میں چلا آرہا تھا۔ چونکہ طالوت ان دونوں خاندانوں میں سے کسی ایک سے بھی نہ تھا۔ بلکہ یہ اولاد بنیامین میں سے تھا۔ کہ جس میں نہ نبی آئے اور نہ حکمران ہوئے۔ اس پر مزید یہ کہ وہ ایک غریب شخص تھا سرمایہ دار نہ تھا۔ اسی بنا پر اسرائیل کا یہ ذہن بن چکا تھا کہ امارت اسی خاندان کا حق ہو سکتا ہے کہ جس میں پہلے سے ہی حکمرانی کا سلسلہ چلا آتا ہو۔ اسی لئے وہ کسی دوسرے کو اس کا مستحق نہیں جانتے تھے۔ قرآن کریم نے اپنا پاکیزہ اور روشن ہدایات سے ان کے اس غلط فکر و ذہن کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰہُ عَلَیْکُمْ وَزَادَہٗ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ۔ بے شک اللہ نے طالوت کو اس امارت کے لئے چن لیا ہے۔ کیونکہ وہ علم سیاست میں ماہر ہونے کے علاوہ جسمانی قویٰ کے اعتبار سے ایک قوی ہیکل تنومند اور بارعب انسان ہے۔ اس قرآنی تصریح و تفصیل کے پیش نظر خلیفہ یا امیر وہ ہو سکتا ہے جو علم السیاست اور حکمرانی کے اصول و ضوابط کو جاننے والا ہو۔ اپنی خداداد قابلیت اور اعلیٰ ترین اہلیت سے نظام مملکت کو برقرار رکھ سکتا ہو۔ علمی لیاقت کے ساتھ ساتھ اس کی جسمانی قوتیں بھی پورے طور پر کام کر سکتی ہوں، تاکہ حکومت کا عظیم الشان بوجھ اس کی سوچ سمجھ فکر و تدبر میں قطعاً حائل نہ ہو سکے۔ کیونکہ جسمانی کمزوری اور قوائے بدنی کا اضمحلال انسان کے بلند سے بلند عزم کو پست کر دیتا ہے۔ آنحضرت کا ارشاد گرامی ہے (آپ نے کعب بن عجرہ سے) اعیذک باللّٰہ من امارۃ السفہاء۔ کہ میں تمہیں احمقوں کی حکمرانی سے خدا کی پناہ میں دیتا ہوں حضور کا یہ فرمان اس امر کا بین ثبوت ہے کہ نااہلوں اور نالائقوں کی حکمرانی سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ ایسے لوگوں کی فرمانروائی ملکوں قوموں اور نسلوں کی تباہی کا باعث ہوتی ہے۔ اس امر کی مزید تفصیل کے لئے حضور کا یہ ارشاد بھی غور سے پڑھیں۔ ان امّر علیکم عبد مجدع یقودکم بکتاب اللّٰہ فاسمعوا واطیعوا (مشکوٰۃ) اگر نکٹا غلام بھی تمہارا امیر مقرر کیا جائے اور وہ تم کو کتاب اللہ کی پیروی کی طرف لے جائے تو تم اس کا حکم سنو اور اسکی اطاعت کرو۔ یہ ہے اسلامی تعلیمات کہ جس نے حکومت اور فرمانروائی کیلئے کسی واحد فرد یا قوم کی اجارہ داری روا نہیں رکھی۔ اس نے حسب نسل قوم و وطنیت۔ کے ہاتھوں سے حکومت کی عنان چھین کر پوری نوعِ انسانی کے حوالے کر دی اور کہا کہ تم سب ایک آدم کی اولاد ہو تم سب کا باپ ایک ہے۔ تم میں عبد و حر کا امتیاز روا نہیں۔ اگر غلام بن غلام بھی اپنے حسن و تدبر فہم و فراست اور قدرت کی عطا کردہ قابلیت سے امارت یا فرمانروائی کیلئے چنا جائے تو اسکی اطاعت و فرمانبرداری میں کسی قسم کی کوتاہی اور سرکشی نہ کرو۔

عبد و حر کا امتیاز پیش و پس جاتا رہا

ہماری نوجوان قوت کی بربادی

اور

اس کا علاج

(از محمد مقبول عالم بی اے۔ لاہور)

نوجوان قوت سے مراد کسی قوم کے نوجوانوں کی اجتماعی قوت ہے۔ قوم کی ترقی اور تعمیر کا دارومدار دراصل اس کے نوجوانوں ہی پر ہوتا ہے۔ بچے نادان ہوتے وہ کھیل کود میں لگے رہتے ہیں۔ بوڑھے کام کرنے سے رہ جاتے ہیں اور بیٹھے رہتے ہیں۔ یہ دونوں طبقے قوم کی ترقی کے کاموں میں حصہ نہیں لے سکتے تیسرا طبقہ نوجوانوں کا ہے۔ جو قومی معمار بنتے ہیں۔ اگر کسی قوم کے نوجوان با اخلاق، باہمت اور تنومند ہیں۔ اور اپنے فرض کا احساس رکھتے ہیں۔ تو وہ اپنی اجتماعی قوت سے قوم کے ناموس کی حفاظت کرتے اور اسے بام عروج پر لے جاتے ہیں۔ ورنہ اسے قعر مذلت میں گرانے کا باعث بھی یہی بنتے ہیں۔

بائبل میں ایک لفظ عام آتا ہے ــــ "رب الافواج" (یعنی فوجوں کا رب) فوج نوجوان قوت کے اجتماع سے تیار ہوتی ہے۔ جو قوم کی حفاظت کرتی ہے اور اس کی آزادی عزت اور ناموس کو قائم رکھتی ہے۔

قرآن حکیم میں بھی نوجوان قوت کی تعریف آئی ہے جب کبھی کہیں نظام باطل کا مقابلہ کیا ہے اور انقلاب برپا کیا ہے۔ نوجوان قوت ہی نے کیا ہے۔ چنانچہ کمزور کا مقابلہ کرنے اور بتوں کو توڑنے والا ایک نوجوان ہی تھا۔ یعنی سیدنا ابراہیم علیہ السلام۔

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ○ قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًی یَّذْكُرُهُمْ یُقَالُ اِبْرٰهِیْمُ ○ (۲۱: ۵۹: ۶۰)

(ترجمہ) کہنے لگے: ہمارے معبودوں سے کس نے یہ کام کیا ہے۔ یقیناً وہ ظالموں میں سے ہے۔ لوگوں نے کہا ہم نے ایک نوجوان کو ان کا ذکر کرتے سنا تھا جسے ابراہیم کہتے ہیں۔

اصحاب کہف جنہوں نے شرک کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور بالآخر ایک غار میں پناہ لی، وہ نوجوان ہی تھے۔

اِذْ اَوَی الْفِتْیَةُ اِلَی الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَیِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا (۱۸: ۱۰)

جب ان نوجوانوں نے غار میں پناہ لی تو کہا اے ہمارے

"آئیے! ہم اپنے نوجوانوں کی حالت کا جائزہ لیں اور معلوم کریں کہ ہمارا قدم ترقی کی طرف ہے یا تنزل کی جانب سب سے پہلے جسمانی طور پر دیکھتے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے نوجوانوں کے چہروں پر جو رونق اور سرخی پہلے تھی۔ وہ اب کم ہوتی جا رہی ہے۔ چہرے زرد، بدن دبلے اور بینائی کمزور ہو رہی ہے۔ اکثر ایسے ہیں جو طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہیں۔ اگر جسمانی کیفیت یہ ہو تو قلب وجگر میں جوش کہاں ہوگا؟ آگے بڑھنے کا شوق مشقت کے کام کرنے کی ہمت اور مصیبتیں برداشت کرنے کا حوصلہ کہاں ہوگا۔ بلکہ سستی، کاہلی، آرام طلبی، سہل انگاری اور بزدلی کے آثار ہو گئے ہیں۔ جس قوم کے نوجوانوں کی یہ حالت ہو۔ وہ قوم ترقی نہیں کر سکتی۔

اب اپنے ان نوجوانوں کی ذہنی، دماغی اور عقلی حالت ملاحظہ فرمایئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جوں جوں ہمارے نوجوانوں کی جسمانی صحت گر رہی ہے ان کی دماغی قابلیتیں بھی کم ہوتی جا رہی ہیں۔ اور ذہانت ختم ہو رہی ہے علم حاصل کرنے کا عموماً شوق نہیں رہا۔ کتابوں کا مطالعہ کرنا اور حکماء کی باتوں پر غور کرنا اور آگے تحقیقات کرنا خواب وخیال ہو رہا ہے۔ اگر کچھ شوق ہے تو وہ فلمی رسالوں، ناولوں، افسانوں اور کہانیوں کا، کیا ہم ایسے دماغوں سے توقع رکھ سکتے ہیں کہ وہ ہمارے موجودہ مسائل کو سمجھیں گے۔ اور انہیں حل کرنے کے لئے غور وفکر کریں گے؟ ع

از چنیں مرداں چہ امید بہی (اقبال)

قوم اگر اندرونی اور بیرونی مصائب میں گری ہوئی ہے تو انہیں کیا؟ وہ تو کھانے پینے، سونے اور زیادہ سے زیادہ ہوٹلوں، کلبوں، سینماؤں، کھیلوں اور پکنک پارٹیوں کی رونق بننے سے آگے سوچنے کے لئے تیار ہی نہیں ہیں۔ سکول اور کالج کے نوجوانوں کو دیکھا جائے تو ان کا علمی معیار بہت ہی پست ہو گیا ہے۔ آوارہ مزاجی زیادہ ہے۔ تعلیم سے شغف کم۔ اپنے والدین کی کمائی کو بری طرح ضائع کر رہے ہیں اور انہیں اس بات کا احساس بھی نہیں ہے۔ کہ ان کے والدین کس قدر محنت اور جانفشانی سے روپیہ کماتے ہیں۔ اور ان کی تعلیم پر صرف کرتے ہیں۔ جب اس قسم کے نوجوان سکولوں

پوچھے جاتے ہیں تو عجیب مضحکہ خیز جوابات دیتے ہیں اور اگر کہیں کسی عہدے پر مامور بھی ہو جاتے ہیں۔ تو سنوارنے کی بہ نسبت بگاڑنے کا کام زیادہ کرتے ہیں۔

اگر ہم اپنے نوجوانوں کی اخلاقی حالت پر غور کرتے ہیں۔ تو شرم وندامت کے مارے ہمیں اپنا سر جھکا لینا پڑتا ہے۔

گھر کی زندگی کے اندر ماں باپ کا ادب بہن بھائیوں سے محبت، رشتہ داروں کا لحاظ اٹھتا چلا جا رہا ہے۔

سکولوں کے اندر استاد کی عزت دلوں سے نکل گئی ہے۔

کھیل کے میدان کے اندر بددیانتی بڑھ گئی ہے۔

عام معاشرے کے اندر خلق خدا کی خدمت کا جذبہ تو کہاں الٹا ان کی اذیت کا سامان فراہم کرتے ہیں اور ایک طبقہ تو باقاعدہ غنڈہ گردی کرتا ہے۔ جن کے ہاتھوں سے نہ کسی کی عزت محفوظ ہے نہ مال نہ جان۔ کسی کو لوٹ لینا یا قتل کر ڈالنا ان کے نزدیک معمولی بات ہے۔ بعض وہ ہیں جو شراب پیتے ہیں۔ اور بے حیائیوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ جوا کھیلتے چوریاں کرتے اور ڈاکے ڈالتے ہیں۔ اور جو لوٹ کھسوٹ کر لاتے ہیں۔ وہ بے حیائی اور فواحشات میں صرف کر ڈالتے ہیں۔

وہ نوجوان بھی جو اپنے آپ کو مہذب اور شریف ظاہر کرتے ہیں۔ تجارت کرتے یا کارخانوں اور دفتروں میں کام کرتے ہیں۔ کم از کم سینما کی عادت سے محفوظ نہیں ہیں اور فلمیں دیکھ دیکھ کر ان کے مذاق بھی بگڑ چکے ہیں۔ نہ اخلاق عالیہ کا شوق ہے نہ آخرت کی فکر۔ وہ فلمیں دیکھ کر جذبات کو برانگیختہ کرنے والی زندگی بسر کرتے ہیں جس کا اثر ان کی بدنی صحت پر بہت برا پڑتا ہے۔ اور وہ نہایت قبیح عادات اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کی دنیاوی سرگرمیاں صرف اس لئے رہ گئی ہیں۔ کہ لذات نفسانی زیادہ سے زیادہ حاصل ہوں۔

مسلمان نوجوان کی دینی حالت بھی نہایت غیر تسلی بخش ہے۔ وہ دین کا کچھ علم نہیں رکھتے۔ اور نہ شوق پیدا کرتے ہیں۔ احکام دین کی بجا آوری کا بھی کوئی پاس نہیں ہے۔ بلکہ ان کا اور ان کے بجا لانے والوں کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ پہلے تو صرف بے عملی پیدا ہوئی تھی۔ اور جب سمجھایا جاتا تھا۔ تو مان لیتے تھے اور اپنی کوتاہی کا اقرار کر لیتے تھے۔ اب تو سرکشی کے جذبات ابھر رہے ہیں۔ اور سرے سے دین ہی سے بیزار ہو رہے ہیں۔ خصوصاً کالج کے نوجوان ان خیالات میں پیش پیش ہیں۔ اور دوسرے نوجوان بھی ان کا رنگ قبول کر رہے ہیں۔

شرافت، وعدہ کی سچائی، لین دین کی صفائی، معاملات کی پختگی میں مسلمان انسانیت پیما (HUMANOMETER) کے درجہ صفر کے قریب پہنچ چکا ہے۔ اس سے تو کافر قوموں کے اجتماعی اخلاق اچھے ہیں۔

یہ تمام خرابیاں نتیجہ ہیں۔ اس بات کا کہ ہمارے گھروں، درسگاہوں اور معاشرتی اداروں کا ماحول بگڑ چکا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ فساد اب اتنی دور تک پہنچ چکا ہے۔ کہ اسے آسانی سے دور نہیں کیا جاسکتا۔

اب ذرا وہ خاکہ بھی دیکھ لیں۔ جو مسلمان نوجوانوں کا ترجمانِ حقیقت علامہ اقبالؒ نے کھینچا ہے۔ تاکہ بات مکمل ہو جائے۔

(۱) نوجواناں تشنہ لب خالی ایاغ
شستہ رو، تاریک جاں روشن دماغ

(ہمارے نوجوان پیاسے ہیں۔ لیکن افسوس پیالے خالی ہیں۔ اُن کے منہ بیشک دھلے ہوتے ہیں لیکن روح میلی ہے۔ باایں ہمہ روشن دماغ ہیں۔)

کم نگاہ و بے یقین و نا اُمید
چشم شاں اندر جہاں چیزے ندید

(ان کی نگاہ دور نہیں جاتی۔ ان کے اندر یقین کی بھی کمی ہے۔ اور نہ کوئی اُمید بھی نہیں رہتی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انکی آنکھوں نے اس دنیا کے اندر کچھ دیکھا ہی نہیں ہے۔)

ناکساں منکر ز خود مومن بغیر
خشت بند از خاکِ شاں معمارِ دیر

(ایسے نالائق ہیں کہ اپنی ہستی کا انکار کرتے ہیں اور دوسروں کی ہستی کا اقرار کرتے ہیں۔ اور عجیب چیز یہ ہے کہ بتخانے کا معمار انہی کی مٹی سے اینٹیں تیار کر رہا ہے۔)

مکتب از مقصودِ خویش آگاہ نیست
تا بجذبِ اندرونش راہ نیست
جاوید نامہ صـ۲۳۷ ۲۳۸

(سکول اور کالج بھی اپنی غرض و غایت سے ناواقف ہیں۔ اسلئے اُن کی باطن کی گہرائیوں میں اُترنے کے لئے وہ بھی کوئی راہ نہیں پاتے اور ایسے نوجوانوں کی کوئی اصلاح نہیں کرتے۔)

(۲) نورِ فطرت را ز جانہا پاک شست
یک گلِ رعنا ز شاخِ او نرست

(ان سکولوں اور کالجوں نے فطرت کے نور کو ان کی روح کے اندر سے اس طرح دھو ڈالا ہے۔ کہ ان کی شاخ سے ایک بھی خوبصورت پھول نہیں پھوٹتا۔

آبروئے گل ز رنگ و بوئے اوست
بے ادب بے رنگ و بو بے آبروست

(پھول کی آبرو اس کے رنگ اور اس کی خوشبو سے ہوتی ہے جو نوجوان بے ادب ہے۔ اور اس نے کوئی اعلیٰ تربیت حاصل نہیں کی۔ وہ رنگ اور خوشبو سے خالی ہے۔ لہذا بے آبرو ہے۔

نوجوانے را چو بینم بے ادب
روزِ من تاریک می گردد چو شب
([illegible])

(جب میں دیکھتا ہوں کہ ہمارے نوجوانوں نے کوئی ادب نہیں سیکھا اور کوئی تربیت نہیں پائی۔ تو میرے دن رات کی طرح سیاہ ہو جاتے ہیں)

(۳) ایں مسلماں زادۂ روشن دماغ
ظلمت آبادِ ضمیرش بے چراغ

(یہ مسلمانوں کی اولاد روشن دماغ تو ہے لیکن اس کی ضمیر کے ظلمت آباد میں روشنی کے لئے کوئی چراغ نہیں ہے)

در جوانی نرم و نازک چوں حریر
آرزو در سینۂ او زود میر

(جوانی کے عالم میں ریشم کی طرح نرم و نازک تو ہے۔ لیکن اس کے سینے میں آرزو پیدا ہونے کے بعد جلدی ہی مر جاتی ہے)

ایں غلام ابنِ غلام ابنِ غلام
حریت اندیشۂ او را حرام

(اصل میں یہ غلام ہے اس کا باپ بھی غلام تھا۔ اس کا دادا بھی غلام تھا۔ اور غلامی میں پرورش پانے کی وجہ سے آزادی کے متعلق سوچنا گویا اس پر حرام ہو چکا ہے)

مکتب از وے جذبۂ دیں در ربود
از وجودش ایں قدر دانم کہ بود

(سکول اور کالج کی تعلیم نے اس سے دین کا جذبہ بھی نکال دیا ہے۔ اور اس کے وجود سے میں اس قدر جانتا ہوں کہ کبھی تھا)

ایں ز خود بیگانہ آں مستِ فرنگ
نانِ جو می خواہد از دستِ فرنگ

(یہ اپنے آپ سے ناواقف ہے۔ اور وہ یورپ کا دلدادہ ہے۔ اور یورپ کے ہاتھ سے جو کی روٹی مانگ کر کھا رہا ہے)

ناں خرید ایں فاقہ کش با جانِ پاک
داد مارا نالہ ہائے سوزناک

(اس فاقہ کش نے پاک روح دے کر روٹی خریدی ہے۔ اس کے اس سودے کی وجہ سے میرے اندر سوزناک آہیں پیدا ہو گئی ہیں)

شیخِ مکتب کم سواد و کم نظر
از مقامِ او نداد او را خبر
([illegible])

(کالج کے پروفیسر نے بھی جو نہ خود قابل ہے اور نہ اس کی نظر دور جاتی ہے۔ اُسے اس کے صحیح مقام سے آگاہ نہیں کیا ہے)

(۴) از حیا بیگانہ پیرانِ کہن
نوجواناں چوں زناں مشغولِ تن
([illegible])

(ہمارے بڑے بوڑھے حیا و غیرت سے بیگانہ ہو چکے ہیں۔ اور نوجوانوں کو عورتوں کی طرح بناؤ سنگار کرنے اور بدن کو سنوارنے کے سوا کوئی کام ہی نہیں رہا)

(۵) پیر مرداں از فراست بے نصیب
نوجواناں از محبت بے نصیب
(ایضاً صـ۴۳)

(ہمارے بوڑھے فراست سے خالی ہیں اور نوجوان محبت اور شفقت کے جذبات سے کورے ہیں۔)

(۶) یہ بتانِ عصرِ حاضر کہ بنے ہیں مدرسے میں
نہ ادائے کافرانہ نہ تراشِ آذرانہ
(بالِ جبریل صـ۳۳)

ایک لمحہ فکریہ

ہے ہمارے نوجوانوں کی جسمانی، علمی، اخلاقی اور دینی حالت۔ حیرت ہوتی ہے۔ کہ یہ ملتِ اسلامیہ کے افراد ہیں۔ آج ملت ان کے دم سے بدنام ہو رہی ہے۔ اور اغیار اس کا مذاق اُڑا رہے ہیں۔ اور انہیں پروا تک بھی نہیں ہے

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

قوم کے مفکرین کے لئے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے اگر حالات یہی رہے تو نوجوان اور گرتے جائیں گے۔ اور ساتھ قوم کو بھی لے ڈوبیں گے۔ پھر ذلت و رسوائی سب کے لئے ہوگی۔ اور سب کا امن اور چین تباہ ہو گا۔ کوئی جوان، کوئی بچہ اور کوئی بوڑھا خوشحالی کی زندگی بسر نہیں کر سکے گا۔

اس بربادی کا علاج

آخر ہر مرض کا علاج ہوتا ہے اور سمجھدار آدمی کسی بیماری پر مایوس ہو کر موت کے انتظار میں بیٹھ نہیں جاتے بلکہ ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ اور علاج کی فکر کرتے ہیں۔ اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہو تو شفا حاصل ہو جاتی ہے۔ ہمیں بھی اپنے نوجوانوں کی اس حالت پر مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ جو کچھ بن پڑے کرنا چاہیئے۔

ہمارے نوجوانوں کی زیادہ تر توجہ کھیل اور تفریح کی طرف ہے۔ تعلیم سے نفرت ہے۔ اور تعلیم دین کا تو خیال ہی نہیں۔ خرابی کی جڑ یہ ہے کہ کھیل اور تفریح میں فواحشات کا جزو شامل ہو گیا ہے جس سے ان کا تعلیمی شوق مدھم پڑ گیا ہے۔ اور اخلاق خراب ہو گئے ہیں۔ اور اس طرح کئی دوسری خرابیاں بھی پیدا ہو گئی ہیں۔ اگر ہم ان کے لئے کھیل تفریح اور تعلیم کے ایسے ادارے قائم کر دیں۔ جن میں فواحشات کا دخل نہ ہو۔ اور ان اداروں کی نگرانی ایسے حکیم مزاج انسانوں کے ہاتھوں میں ہو جو نفسیاتِ انسانی سے بھی واقف ہوں۔ اور دین کے اسرار و رموز سے بھی آشنا ہوں۔ تو امید ہے کہ خرابی کا سدِ باب ہو جائے گا۔ جس دور میں سے ہم گذر رہے ہیں۔ یہ حکمت، فلسفے، سائنس اور جمہوری آزادی کا دور ہے۔ اس میں کوئی بات کسی کو جبر سے منوائی نہیں جا سکتی۔ اس لئے ہمیں ایسی حکمت کی تلاش کرنی چاہیئے جو اسلام کی پوری ترجمانی کرتی ہو۔ ہماری ملی خودی کو قائم کرنے میں پوری رہنمائی کرتی ہو۔ اور موجودہ علمی دور کے تقاضوں کو بھی خوب پورا کرتی ہو۔ اگر ہم اس حکمت کو اساس بنا کر ایسے ادارے قائم کر لیں جن میں

(باقی صـ۱۸ پر)

استفتاء

از حضرت مولینا مفتی محمد علی صاحب خطیب مسجد ستھری لاہور

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شرعاً رشوت لینے والا اور پہنچانے والا اور مقرر کرنے والے کا کیا حکم ہے۔

الجواب وھو الموافق للصواب

رشوت لینا اور دینا دونوں حرام ہیں۔ اور حرام کا مرتکب دوزخ کا مرتکب دوزخ کا مستحق ہے۔ حدیث ابو داؤد اور ابن ماجہ اور ترمذی میں حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے۔ اس میں ہے لَعَنَ رَسُولُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے والے اور دینے والے پر لعنت کی ہے اور رشوت مقرر کرنے والے یعنی راشی اور مرتشی کے درمیان میں ایک کے لئے زیادتی اور دوسرے کے لئے کمی کرنے والے کو عربی میں رائش کہتے ہیں۔ بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ثوبانؓ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رائش پر بھی لعنت کی ہے اور رشوت لے جانے والا اگر نہیں جانتا کہ یہ مال رشوت کا ہے تو اس پر کچھ مواخذہ نہیں ہے۔ اور اگر جانتا ہے اور دانستہ اپنے کو فعل بد میں شریک اور معین بناتا ہے۔ تو وہ بھی ماخوذ ہوگا۔ اللہ تعالٰے فرماتا ہے وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ (گناہ اور حد سے تجاوز کرنے میں مدد مت کرو)

(۲) سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ جو انگریزی دوائیں ولایت سے بن کر آتی ہیں یا بسکٹ وغیرہ جو ولایت سے بن کے آتے ہیں۔ ان میں امتزاج شراب کا شبہ ہے۔ کیونکہ ڈاکٹروں نے بعض دواؤں اور بسکٹوں میں شراب کا اختلاط بتایا ہے۔ ان کا استعمال کرنا کیسا ہے۔

الجواب ھو الموفق للصواب

جب اختلاط شراب کا یقین یا ظن ہو۔ تو ان کا استعمال ممنوع ہے ورنہ بطور فتویٰ نفس جواز اور بطور تقویٰ اجتناب ہوگا۔

(۳) سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں۔ کہ اگر کوئی آدمی قطعاً ہر فرائض اور نوافل و عیدین اور جمعہ اور تراویح نہیں پڑھتا اور اعتکاف نہیں کرتا۔ اور منہیات شرع میں مشغول رہتا ہے۔ یعنی رنڈیوں کا ناچ اور گانا اور غنا اور مزامیر سنتا ہے۔ اور اجنبیہ عورتوں کے پاس خلوت میں بیٹھتا ہے۔ باوجود ان تمام باتوں کے لوگ اسے ولی کامل اور غوث وقت سمجھتے ہیں۔ ہزاروں آدمی اس شخص کے مرید ہیں۔ باوجودیکہ یہ شخص ان شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی نہیں رکھتا۔ جو پیر کے لئے کتب تصوف وغیرہ میں مذکور ہیں۔ اور اس شخص کے مرید کہتے ہیں کہ ہمارے پیر کو ظاہری نماز کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ ہمارا پیر باطنی نماز پڑھتا ہے۔ اور اجنبیہ عورتوں کے پاس خلوت میں بیٹھنا ہمارے پیر کو نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔ کیا قواعد شرعیہ کی رو سے ایسا شخص ولی کامل اور غوث وقت ہے یا نہ اور ایسے شخص کا مرید ہونا درست ہے یا نہیں۔

الجواب وھو الموفق للصواب

شرعاً دینی اور دنیاوی دونوں کمال اتباع شریعت محمدی کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور جو شخص شرع کے سیدھے راستے پر نہیں وہ ولی نہیں ہو سکتا ہے۔ نہ غوث نہ قطب اور جو شخص کہے مجھے ظاہری شریعت سے کچھ کام نہیں۔ میں ارباب باطن سے ہوں۔ وہ شخص زندیق اور ملحد ہے اور ایسے شخص کا معتقد اور مرید ہونا ہرگز درست نہیں ہے۔ علامہ محمد برکلی رحمۃ اللہ طریقہ محمدیہ میں لکھتے ہیں:۔

قولہ ما یدعیہ بعض المتصوفۃ فی زماننا اذا انکر علیھم بعض امورھم المخالف للشرع ان حرمۃ ذلک فی العلم الظاھر و انا من اصحاب العلم الباطن وانہ حلال فیہ وانکم تاخذون عن الکتاب وانا ناخذ من صاحبہ یعنی محمدا علیہ الصلوۃ والسلام کلہ الحاد و اضلال اذ فیہ ازدراء بالشریعۃ المحمدیۃ فالواجب علی کل من سمع ھذا المقال الانکار علی قائلہ والجزم ببطلان مقالہ بلا شک ولا تردد ولا توقف والا فھو من جملتھم ویحکم بالزندقۃ علیھم وقد قال سید الطائفۃ الصوفیۃ جنید البغدادی الطرق کلھا مسدودۃ الا علی من اقتفے اثر الرسول و قال ابو یزید البسطامی لبعض اصحابہ قم بنا حتی ننظر الی ھذا الرجل الذی قد شھر نفسہ بالولایۃ وکان رجلاً مشھوراً بالزھد فمضینا الیہ فلما خرج رمی ببزاقہ الی جھۃ القبلۃ فانصرف ابو یزید ولم یسلم علیہ وقال ھذا الرجل غیر مامون علی ادب من اداب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکیف یکون مامونا علی ما یدعیہ من الکرامات وقال لو نظرتم الی رجل اعطی من الکرامات حتی یطیر فی الھواء فلا تغتروا بہ حتی تنظروا کیف تجدونہ عند الامر والنھی وحفظ الحدود و فانظر ایھا العاقل الطالب للحق ان ھؤلاء عظماء المشائخ وعلماء الطریقۃ وکبراء ارباب السلوک والحقیقۃ کلھم یعظمون الشریعۃ الشریفۃ ویبنون علومھم الباطنۃ علی السیرۃ الاحمدیۃ والملۃ الحنیفیۃ فلا یغرنک طامات الجھال وشطحیھم الفاسد المسدین الضالین المضلین [illegible] الزائغین عن الشرع القویم ومائلین عن الصراط المستقیم خارجین عن مناھج علماء الشریعۃ فالویل کل الویل ولمن تبعھم وحسن امرھم فھم قطاع طریق اللہ سبحانہ عن العابدین یلبسون الحق بالباطل ویکتمون الحق وھم یعلمون الخ

(ترجمہ) ہمارے زمانہ کے بعض متصوفین کی یہ عادت ہے کہ جب ان کے بعض افعال خلاف شرع پر اعتراض کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ اس کی حرمت علم ظاہر کے اعتبار سے ہے اور ہم اصحاب باطن ہیں۔ اور علم باطن میں یہ حلال ہے۔ اور تم لوگ کتاب سے اخذ کرتے ہو۔ اور ہم صاحب کتاب یعنی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کرتے ہیں۔ تو ان کی یہ سب باتیں الحاد و ضلالت ہیں۔ کیونکہ اس میں شریعت محمدیہ کی ہتک ہے۔ پس جو شخص اس قسم کی باتوں کو سنے اسے لازم ہے کہ تردید کرے اور ان باتوں کے جھوٹے ہونے کا یقین رکھے۔ اور اس میں کوئی شک یا تردد اور توقف نہ کرے۔ ورنہ وہ بھی ایسے ہی لوگوں میں داخل کیا جائے گا۔ اور اس کے بھی زندیق ہونے کا حکم کیا جائے گا۔ سید الطائفہ جنید بغدادیؒ نے کہا ہے کہ تمام راستے بند ہیں مگر اس کے لئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے اور حضرت بایزید بسطامیؒ نے اپنے بعض اصحاب سے کہا۔ کہ آؤ چلیں فلاں شخص کو دیکھیں جس نے اپنے کو ولی مشہور کیا ہے۔ اور اس شخص کی ولایت واقعی مشہور تھی۔ پس ہم لوگ گئے اور جیسے ہی دیکھا کہ اس شخص نے قبلہ کی طرف تھوکا۔ بس حضرت بایزید بسطامیؒ واپس چلے آئے۔ اور اس سے سلام علیک بھی نہیں کی۔ اور کہا کہ یہ شخص آداب شرعیہ سے کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔ پھر یہ کیونکر ان [illegible] کہ یہ جو اپنی کرامتیں بیان کرتا ہے۔ ان [illegible] اور انہوں نے کہا ہے۔

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

سفرنامہ ارضِ مصر

(۲۱)

قاہرہ

(از خان عبد الحمید خاں آف فیروز سنز لاہور)

پیرس سے روانگی

۲۱ر جولائی کی صبح کو ہوٹل استرا کے بل ادا کئے اور آخری بار پیرس کی سڑکوں پر سے گزرے۔ غالباً یورپ کی سرزمین میں آج آخری دن تھا۔ اگرچہ یہ سفر ایک طوفانی دورہ سے ملتا جلتا تھا لیکن یونان۔ اٹلی۔ سوئٹزرلینڈ۔ جرمنی۔ بلجیم ہالینڈ، انگلستان اور فرانس کے بڑے بڑے شہروں۔ وہاں کی صنعتوں، ہوٹلوں اور قابل دید عمارتوں کا ایک غیر فانی نقش آنکھوں میں بس چکا تھا مغربی معاشرت کو قریب سے دیکھنے کا اتفاق ہوا اور اہل یورپ کا سلوک غیر ملکیوں سے قابل تعریف پایا۔

اہل یورپ کی مادہ پرستی

لیکن ایک بات جو سب میں مشترک پائی وہ مادہ پرستی تھی۔ جرمن ہو یا اطالوی۔ فرانسیسی ہو یا انگریز سب کے سب ظاہری شان و شوکت کے گرویدہ ہیں۔ ان کے اخلاق میں تصنع ضرور ہوگا۔ جیسے کہ میاں بیوی میں بھی یہی صورت ہے۔ صبح سے شام تک یہ لوگ دولت کمانے کی فکر میں مصروف ہیں اور شام سے آدھی رات تک تفریح گاہوں میں کھیل تماشے۔ راگ رنگ کی محفلوں میں شامل۔ اور کمائی ہوئی دولت کو پانی کی طرح بہا رہے ہیں۔ شاید ان کے نزدیک زندگی کا فلسفہ صرف اتنا ہے کہ ہم کھانے کے لئے زندہ ہیں۔ ہاں اتوار کو گرجاؤں میں ضرور حاضری دیتے اور بہترین لباس میں ملبوس ہو کر دعا میں شریک ہوتے ہیں۔

پاکستانی کھانے

سرزمین یورپ میں ہم نے گوشت سے پرہیز رکھا۔ روٹی۔ سبزیاں۔ پھل اور مچھلی کھاتے رہے۔ گوشت نہ کھانے سے منہ کا مزہ پھیکا پھیکا ہو رہا تھا۔ لندن میں خان عبد القیوم خاں صاحب معہ اپنی اہلیہ اور دختر بیگم ڈاکٹر عبد الرؤف موجود تھے ان کے اور عبد الغفور صاحب بٹ ایجوکیشنل اتاچی کے ہاں پاکستانی کھانوں کا لطف اٹھایا۔ جس میں خاص طور پر ذبیحہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ ورنہ وہاں بے اہتمام طور پر مسلمانوں کے ہوٹلوں میں بھی حلال حرام کا کوئی اہتمام نہیں۔ بلکہ ایسے خیالات کا اظہار ایک دقیانوسی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ ابھی مجلسوں میں مصر کے بہترین کبابوں کا ذکر سن کر منہ میں پانی آنے لگا اور ہم بھی اسلامی ملک قاہرہ جانے کے لئے بے تاب ہونے لگے۔

ہسپانیہ

پیرس سے روانگی کے وقت جی بہت چاہتا تھا کہ ہسپانیہ جائیں اور اس سرزمین کو دیکھیں جہاں سات سو برس تک اسلامی جھنڈا لہراتا رہا۔ جہاں اب مسلمان تو کہاں ان کے نشانات تک معدوم ہو چکے ہیں۔ غرناطہ اور قرطبہ نہ سہی الحمراء کے کھنڈرات ہی کی صورت دیکھیں اور بنی امیہ کے شاندار تاجداروں کی آخری آرام گاہوں پر فاتحہ خوانی کر آئیں۔ جنہوں نے ثابت کر دیا تھا کہ ع

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

لیکن حج کا وقت قریب آ رہا تھا اور مصر کی کشش ہمیں پکار پکار کر کہہ رہی تھی کہ یورپ میں اگر زندہ قوموں کے عروج کا نقشہ دیکھا ہے تو یہاں آؤ اور ان عجائبات کو دیکھو جو آج سے ہزاروں سال پہلے انسان اس سرزمین میں چھوڑ گئے۔ اور تیرے معجزات جو یہاں کار فرما ہو رہے ہیں۔

پیرس سے ہوائی جہاز روما پہنچا اور روما سے بحیرہ روم پر پرواز کرتا ہوا قاہرہ کی طرف روانہ ہوا۔ چند گھنٹوں میں ہمیں سکندریہ کا روشنی کا مینار دور فضا کی گہرائیوں میں نظر آیا۔ اب ہمارے نیچے مصر کی سرزمین تھی۔ اور ہم دریائے نیل کے ڈیلٹا پر پرواز کر رہے تھے جو شاخ در شاخ سینکڑوں میلوں میں پھیلا ہوا ہے۔

دریائے نیل کے نام پروانہ

حضرت فاروق رضؓ کے عہد میں جب مصر فتح ہوا تو وہاں کے لوگوں نے پرانی رسم کے مطابق آپ سے اجازت چاہی کہ دریائے نیل میں ہم نذر کے طور پر ہر سال ایک کنواری دوشیزہ کو ہار سنگھار کر کے بھینٹ چڑھاتے ہیں جس سے اس میں سیلاب آکر ہماری زمینیں سیراب ہو جاتی ہیں۔ آپ نے یہ سن کر ایک پرچہ کاغذ پر دریائے نیل کے نام ایک پروانہ لکھوا کر ان کے حوالے کر دیا کہ اسے جا کر دریا میں ڈال دو۔ لکھا تھا۔ کہ "اے نیل اگر تو خدا کے حکم سے آکر زمینوں کو سیراب کر جاتا ہے تو آ جا اور اگر بھینٹ لے کر آتا ہے تو واپس ہو جا"

کہتے ہیں کہ یہ پروانہ دریا میں ڈالنے کے ساتھ ہی اس میں سیلاب آگیا اور وہ بغیر کسی بھینٹ کے تمام زمینوں کو سیراب کر گیا اور اس طرح ہمیشہ کے لئے یہ جاہلانہ رسم مٹ گئی۔

تھوڑی دیر کے بعد قاہرہ کی مسجدوں کے مینار دکھائی دینے لگے اور ہمارا ہوائی جہاز آہستہ آہستہ نیچے آ گیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ کہ جس نے ہمیں صحیح و سلامت اسلامی حکومت کی سرزمین میں لا پہنچایا۔

اذان

اسلام کی خوبیاں اس قدر ہیں کہ قلم ان کے بیان سے قاصر ہے۔ اخوت ہی کو لیجئے جس کی تعلیم ہمیں ہادی برحق نے دی۔ کیا یہ زندہ معجزہ نہیں کہ جہاں ایک مسلمان خواہ وہ چینی ہو یا ترکی، بھارتی ہو یا پاکستانی۔ افغانی ہو یا ایرانی۔ عربی ہو یا عجمی ملتا ہے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مدتوں کے بچھڑے ہوئے بھائی آپس میں مل رہے ہیں۔ مصر پہنچے تو ایسا محسوس ہوا کہ ہم دوبارہ اپنے وطن پاکستان میں آ گئے ہیں کیونکہ مدت سے اللہ اکبر کی صدائے ولولہ انگیز سننے کو کان ترس گئے تھے اور آج ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پھر وہی جانی پہچانی آواز ہمیں بارگاہ ایزدی میں بلانے آئے گی۔ ہمیں زیادہ دیر اس کا انتظار نہ کرنا پڑا۔ اور فضا حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کے جانفزا نغموں سے گونج اٹھی۔

مصر کی مختصر تاریخ

مصری تہذیب اور تاریخ بہت پرانی ہے۔ اتنی پرانی کہ کسی اور ملک کی تاریخ اتنی پرانی نہیں۔ شاید اس سے پرانی تاریخ عراق کی ہو۔ مصر میں پانچ ہزار سال پرانے آثار اب بھی قائم ہیں۔ اور سیاح ان کو دیکھنے کے لئے آتے ہیں۔ مصری فراعنہ جو خدائی کے دعویدار تھے۔ یہاں حکومت کرتے رہے۔ جن کا تذکرہ بائبل اور قرآن مجید میں آتا ہے۔

ہر فرعونے را موسیٰ

کلام مجید شاہد ہے کہ جب کوئی قوم سرکشی میں اپنی حد سے بڑھی۔ غضب الٰہی سے اسے تباہ و برباد کر دیا جاتا رہا۔ چنانچہ اسی ملک مصر میں فرعون کے واقعہ کو سورۃ بقر میں یوں بیان فرمایا گیا ہے

"اور یاد کرو جبکہ ہم نے تمہیں قوم فرعون سے نجات دی جو تم پر بڑی سختیاں کرتے تھے کہ وہ تمہارے لڑکوں کو قتل کرتے اور تمہاری عورتوں کو زندہ رہنے دیتے۔ اور اس میں اللہ کی طرف سے

تمہارے لئے سخت آزمائش تھی تفصیل یوں ہے کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا۔ جس کی تعبیر اُسے یہ بتائی گئی کہ بنی اسرائیل کا ایک لڑکا تیری سلطنت کو تہس نہس کر دے گا۔ بس پھر کیا تھا۔ فرعون نے حکم دے دیا کہ بنی اسرائیل میں جو لڑکا پیدا ہو اُسے مار ڈالو۔ خدا کی قدرت اسی زمانہ میں حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے اور خدا نے انہیں بچا لیا اور خود فرعون سے ہی اس کی پرورش کرائی۔ پھر اللہ نے حضرت موسیٰؑ کو نبی بنا کر فرعون کی ہدایت کے لئے بھیجا انہوں نے تکبر کیا۔ خدا نے حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو بحر قلزم میں رستے بنا کر صحیح سلامت پار کر دیا۔ فرعونیوں نے پیچھا کیا۔ خدا نے انہیں سمندر کے بیچوں بیچ لے جا کر غرق کر دیا۔ (از تسہیل القرآن)

فراعنہ مصر کی حکومت نیل کے طاس میں قائم تھی۔ حبشہ سے لے کر بحیرہ روم کے ساحل تک فراعنہ کا مصر تھا۔ اس کے علاوہ فلسطین، شام اور بابل و نینوا (موجودہ عراق) بھی ان کے زیر اثر تھے۔ فراعنہ کے بیس مختلف خاندان یکے بعد دیگرے مصر کے حاکم رہے۔ ان کے بعد یہاں ایرانیوں، یونانیوں، اہل روما کی بھی حکومت قائم رہی۔ یونانی جرنیل سکندر اعظم نے جب مصر کو فتح کیا۔ تو یہاں ایک نیا شہر آباد کیا جو اس کے نام پر اسکندریہ کہلاتا ہے اور مصر کی سب سے بڑی بندرگاہ ہے۔ جولیس سیزر نے بھی مصر کو فتح کیا۔ اور ملکہ مصر کلوپترا کو گرفتار کر کے روم میں لے گیا۔ اہل ایران نے زرکسیز کے زمانہ میں مصر پر اقتدار حاصل کیا تھا۔

اس کے بعد جب اسلام کا ظہور ہوا تو حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں عربی لشکر حضرت عمرو بن العاصؓ کی سرکردگی میں مصر پہنچا۔ اور ۶۴۰ء میں اس ملک کو فتح کر کے اسلامی حکومت میں شامل کر لیا۔

ایک عجیب واقعہ

جب حضرت عمرو بن العاصؓ کا لشکر مصر کی فتح کے بعد روانہ ہونے لگا اور فوجی خیمہ جات کو اکھاڑنے لگے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک خیمہ میں کبوتروں نے گھونسلہ بنا کر انڈے دے رکھے ہیں۔ جب سپہ سالار کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو اُنہوں نے فرمایا کہ یہ کبوتر ہمارے مہمان ہیں۔ انہیں تکلیف نہ دو۔ یہ خیمہ یہیں رہے گا۔ (مولانا ظفر علی خاں نے اس واقعہ کو نظم کیا ہے۔ آہستہ آہستہ اس خیمہ کے گرد ایک شہر آباد ہو گیا جو فسطاط کے نام سے مشہور تھا (عربی میں فسطاط خیمہ کو کہتے ہیں)

قاہرہ کے شہر کی وجہ تسمیہ

فسطاط ہی پرانا قاہرہ ہے۔ جس کے گرداگرد عربوں نے ایک بڑا شہر ۹۱۰ء میں بنایا۔ اس کی بہت ہی مضبوط فصیل بنائی کئی ایک دروازے رکھے جن سے باب الفتوح باب النصر وغیرہ آج بھی موجود ہیں۔ موجودہ قاہرہ میں یہی حصہ زیادہ گنجان آباد ہے۔ جیسے ہمارے ہاں لاہور میں دروازوں کے اندر کا شہر۔

قاہرہ براعظم افریقہ کا سب سے بڑا شہر ہے جس کی آبادی ۲۵ لاکھ سے زیادہ ہے۔ یہ مصر کا دارالخلافہ اور اسلامی دنیا کا سب سے بڑا شہر ہے۔

ممالیک کا زمانہ اور خدیو

مصر پر ۱۵۱۳ء تک عربی حکومت رہی۔ اس کے بعد یہاں ممالیک جو خلفائے عرب کے ترکی غلام تھے برسر اقتدار آ گئے وہ برائے نام ترکی سلاطین کے ماتحت تھے نپولین شاہ فرانس نے ۱۷۹۸ء میں مصر کو فتح کیا۔ لیکن اس کی حکومت یہاں صرف تین سال تک رہی۔ اس کے بعد محمد علی پاشا نے یہاں خدیو خاندان کی بنیاد ڈالی۔ لیکن وہ ترکی حکومت سے زیادہ انگریزی اثر میں تھا۔ انگریز ۱۸۸۲ء میں نہر سویز کی وجہ سے مصر میں داخل ہوئے اور خدیو مصر ان کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح تھے۔ پہلی جنگ عظیم میں مصر کو نیم آزادی مل گئی۔ دوسری جنگ عظیم میں مصر تقریباً آزاد تھا۔ تاہم وہاں انگریزی اثر کا کافی دخل تھا۔ جس کے خلاف سعد زغلول پاشا اور اس کی پارٹی بڑی مستعدی سے آواز اٹھاتی رہی آخر کار وہ دن آیا۔ جب انگریزوں کو مصر کی مکمل آزادی تسلیم کرنا پڑی۔ اور اب تو نہر سویز کے علاقے سے بھی انگریزی حفاظتی فوجیں نکل رہی ہیں۔ اور مصری افواج آہستہ آہستہ نہر سویز کے علاقہ میں داخل ہو کر قبضہ کرتی جا رہی ہیں۔

شاہ فاروق کی دستبرداری اور اخراج

مصر کی تاریخ میں ۲۳ر جولائی ۱۹۵۲ء کو ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ جس میں حصہ لینے والے چند فوجی افسر تھے۔

رات کے ایک بجے انقلابی فوجوں نے ان افسروں کی کمان میں فوجی ہیڈ کوارٹر پر قبضہ کر لیا اور ۲۳ر جولائی کی صبح کو قاہرہ کا سارا شہر ان کے قبضہ میں آ گیا۔ تمام بڑی بڑی سڑکوں پر ٹینک اور فوجی گاڑیاں گشت کرنے لگیں مصر کی سرزمین پر فوجی بمبار طیارے اور لڑاکا ہوائی جہاز پرواز کر رہے تھے۔ علی ماہر پاشا وزیر اعظم مقرر ہوئے اسکندریہ میں شاہی محلات راس التین اور منتزہ کا محاصرہ کر لیا گیا جو موسم گرما میں حکومت کے مراکز اور شاہ فاروق کی رہائش گاہ تھی۔ یہ محاصرہ ۲۴ر اور ۲۵ر جولائی تک جاری رہا۔ اور ۲۶ر جولائی کو شاہ فاروق کو الٹی میٹم دے دیا گیا کہ وہ تخت سے دستبردار ہو جائیں اور ۶ بجے شام سے پہلے مصر کی سرزمین سے نکل جائیں۔ چنانچہ شاہ فاروق نے اپنے بیٹے احمد فواد دوم کے حق میں دستبرداری کا اعلان کر دیا اور ۶ بجے سے پہلے اسکندریہ کی بندرگاہ سے نامعلوم مقام کے لئے روانہ ہو گیا۔

اس کے بعد مندرجہ ذیل تبدیلیاں ہوئیں۔

(۱) تمام سیاسی قیدی سوائے کمیونسٹوں کے رہا کر دیئے گئے۔

(۲) تمام قسم کے خطابات اور اعزازات مثلاً ہز ایکسیلنسی، بے اور پاشا وغیرہ منسوخ کر دیئے گئے کیونکہ یہ عہد غلامی کی یادگاریں تھیں۔

(۳) ریجنسی کونسل کا قیام جس نے شاہی اختیارات سنبھال لیے۔

(۴) علی ماہر پاشا کی وزارت کا استعفا اور جنرل نجیب کا اس کی جگہ وزارت قائم کرنا۔

(۵) جنرل محمد نجیب کی علیحدگی اور جمال عبدالناصر کا اس کی جگہ وزیر اعظم مقرر ہونا۔

آج کل جمال عبدالناصر وزارت عظمیٰ کے عہدہ پر فائز ہیں اور ان کے ساتھی وزیر بھی تمام کے تمام فوجی ہیں جو مصر کے نظم و نسق کو چلا رہے ہیں۔

موجودہ حکومتِ مصر کے کارنامے

(۱) یہ حکومت انگریزوں کو مصر سے نکالنے میں کامیاب ہو گئی۔ جو پچھلے ۷۲ سال سے یہاں قبضہ کئے بیٹھے تھے۔

(۲) خدیو خاندان جس کا آخری بادشاہ فاروق تھا۔ اُسے نکال دیا گیا۔ یہ خاندان پچھلے ڈیڑھ سو سال سے سرزمین مصر پر حکومت کر رہا تھا۔

(۳) جمہوریت اور عوامی حکومت کا قیام عمل میں لایا گیا۔

(۴) سوڈان اور مصر کا جھگڑا جو انگریزوں کی وجہ سے چلا آتا تھا۔ اس کا فیصلہ ہو رہا ہے اور اب اس کو سوڈان کے عوام طے کریں گے۔ کہ آیا وہ مصر کے ساتھ ملنا چاہتے ہیں یا اپنی علیحدہ حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

(۵) زمینداری سسٹم کو ختم کر کے زمینیں کسانوں میں تقسیم کر دی گئیں اور ان کو حق ملکیت دے دیا گیا۔

(۶) اسوان بند کی تعمیر کا فیصلہ کیا گیا جو ۲۵ سال سے معرض التوا میں پڑا تھا۔

(۷) لوہے۔ فولاد۔ کھاد وغیرہ کے کارخانوں کا اجرا کیا گیا۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی ایک ضروری اشیا کے کارخانے جاری کئے گئے

(۸) نئے سکول اور کالج کھولے گئے ہیں اور تعلیم بڑی حد تک مفت اور عام کر دی ہے

(۹) ہوائی جہاز اور گولہ بارود بنانے کے کارخانے کھولے گئے ہیں۔ جن میں مصری انجینئر اور ماہرین اپنی نگرانی میں یہ سامان تیار کرواتے ہیں۔

اوپر بیان کردہ اصلاحات کے علاوہ اور بھی بہت سے کام انقلابی قیادت نے کئے ہیں جس کی تفصیل یہاں لاحاصل ہوگی۔ خدا کرے کہ برسر اقتدار لوگ دیانتداری اور ایمانداری سے اپنے فرائض بجالاتے رہیں اور ملک و قوم کی خدمت کے ساتھ دینی خدمت بھی کریں۔ تاکہ دنیا کی سرخروئی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالٰے کے ہاں بھی نیکوں کے زمرہ میں شامل ہوں۔ لیکن حال ہی میں حکومت کا شرعی عدالتیں بند کردینے سے ان کے دینی رجحان کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

یہ انقلاب کیونکر عمل میں آیا اور کونسی وجوہات تھیں، جن سے فوجیں مشتعل ہوکر شاہی خاندان کے خلاف ہوگئیں۔ ایک مستقل مضمون ہے۔ جس پر تاریخ دان ہی روشنی ڈالیں گے۔

یوم نجات تمام مصر میں ۲۳ر جولائی کو جس دن فاروق کے خلاف علم آزادی بلند ہوا تھا۔ یوم نجات منایا جاتا ہے۔ یوم نجات کے دن ہم لوگ قاہرہ میں تھے۔ اس دن یہ شہر دلہن کی طرح آراستہ تھا۔ تمام بڑی بڑی شاہراہیں اور گزرگاہیں جھنڈیوں سے سجائی گئی تھیں۔ مجھے بھی اس جشن عظیم میں شرکت کا موقع ملا۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ مصری دل و جان سے موجودہ حکومت کی خوشیوں میں شریک ہیں۔ کیونکہ مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے سب فوجی جلوس کے لئے چشم براہ تھے۔ جو بڑی بڑی سڑکوں پر اس دن گشت لگاتا ہے۔

کرنل الناصر کرنل الناصر کو دیکھا نوجوان معلوم ہوتا ہے لبوں پر ہر وقت تبسم کھیلتا ہے۔ سب سے عجب بات یہ تھی کہ مصر کا وزیر اعظم بازار سے گزر رہا تھا۔ لیکن اس کے لئے کوئی پولیس کا پہرہ نہ تھا سڑک پر کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ اس منظر کے برعکس ہمیں لاہور یاد آگیا۔ جب کسی وزیر یا گورنر کی سواری گزرنی ہو۔ تو پہروں سڑکیں بند رہتی ہیں۔ دورویہ پولیس کے سپاہی کھڑے ہیں۔ اور موٹریں، تانگے، بسیں۔ لاریاں اور پیدل چلنے والے کیا مجال کہ ادھر سے گزر سکیں۔ وزیر صاحب کی سواری گزر جائے تو ٹریفک کے لئے سڑک کھلتی ہے۔ آخر یہ کیوں ہوتا ہے۔ یہ غلامی کی یادگار ابھی کب تک جاری رہے گی۔ غیر ملکی آقاؤں کو تو اپنی شان و شوکت اور بیگانگی دکھانا مقصود تھی۔ مگر یہ تو ہمارے اپنے ہیں اور ہمارے نمائندہ ہونے کے دعویدار۔ پھر اس بیگانگی کے کیا معنے؟ یہ کیوں اپنے آپ کو پہرہ داروں کے جھرمٹ میں محفوظ خیال کرتے ہیں۔ مگر الناصر کو دو مرتبہ کھلی موٹر میں اور ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار دیکھا۔ کھلے بندوں بازاروں میں پھر رہا ہے۔ بچوں۔ بوڑھوں۔ عورتوں اور مردوں سے باتیں کرتا جاتا ہے۔ لبوں پر مسکراہٹ ہے ہاں جب ہجوم زیادہ ہوجاتا اور چلنا مشکل تو مصری سپاہی ہجوم کو ہٹا کر راستہ بنا دیتے۔ اور الناصر آگے بڑھتا چلا جاتا ہے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

(باقی دارد)

بقیہ استفتاء

(صہ ۱۳ سے آگے)

کہ اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ ہوا پر اڑتا ہے پس اس کے دھوکے میں نہ آؤ۔ جب تک یہ نہ معلوم کرلو۔ کہ وہ اوامر و نواہی پر عامل ہے۔ اور حدود شرع کی حفاظت کرتا ہے۔ عقلاء اور طالبان حق کو جان لینا چاہیئے کہ بڑے بڑے مشائخ اور علماء طریقت اور ارباب سلوک و حقیقت سب شریعت محمدیؐ کی تعظیم کرتے ہیں اور علوم باطنی کی بنا ہی سیرت احمدیہ اور ملت حنفیہ پر کرتے ہیں۔ پس تم کو جہلاء اور مفسدین گمراہوں کے قول پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے۔ یہ لوگ شرع شریف سے باہر اور راہ مستقیم سے ہٹے ہوئے اور مراتب علماء سے شریعت سے خارج ہیں۔ ایسے لوگوں اور ان کے متبعین کے لئے سخت ہلاکت ہے۔ کیونکہ یہ لوگ خدا کے راستے میں ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ حق کو باطل سے پوشیدہ کرتے ہیں اور دیدہ دانستہ سچ کو چھپاتے ہیں۔ یہاں سے یہ معلوم ہوا کہ جو شرع کا پابند نہ ہو اس کی بیعت نہ کرنا چاہیئے۔ اور اس سے اعتقاد نہ رکھنا چاہیئے۔ واللہ اعلم

"خدام الدین" ہفت روزہ
حویلیاں (ضلع ہزارہ)
میں
میسرز یحیی زماں علی زماں لنڈا بازار
سے
حاصل کیجئے
قیمت فی پرچہ ۲ر

ہماری کتب
فطری حکومت۔ از مولینا قاری محمد طیب مہتمم دیوبند قیمت بارہ آنے
زندگی کے لطیف حادثے۔ از جانباز مرزا ایک روپیہ
کشف حقیقت۔ از شیخ الاسلام مولینا حسین احمد مدنی۔ ۱۲ آنے
خطبہ شیخ الاسلام مولینا مدنی ۸ آنے
حیات مسیح ۸ آنے
دو خطبے از مولینا ابو الکلام آزاد ۴ آنے
نبوت کا ڈاکو } از شاعر احرار ساغر حیات ۴ آنے
بھڑکتے شعلے ۴ آنے
نیز ہر قسم کی علمی۔ ادبی۔ مذہبی کتب حاصل کرنے کے ہماری خدمات حاصل کریں۔
ملنے کا پتہ:۔
مکتبہ خدام الدین (ہفت روزہ) دروازہ شیرانوالہ لاہور

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

چونتیس رسائل کا سٹ مجلد	۲-۸-۰
پانچوں تفاسیر کا مجموعہ مجلد	۱-۸-۰
خلاصۃ المشکوٰۃ مجلد	۱-۴-۰

خطبات
از حضرت مولانا احمد علی صاحب

خطبات حصہ اول	۱-۸-۰
خطبات حصہ دوم	۱-۰-۰
خطبات حصہ سوم	۲-۰-۰
خطبات حصہ چہارم	۱-۴-۰
خطبات حصہ پنجم	۱-۴-۰

کتب ملنے کا پتہ
دفتر انجمن خدام الدین لاہور
دروازہ شیرانوالہ لاہور

بقیہ پیامِ انسانیت (ص۲ سے آگے)

کھو چکیں، اب ان کی جگہ صرف آثارِ قدیمہ میں ہے۔

تہذیبیں انسانیت کا لباس ہیں انسانیت لباس تبدیل کرتی رہی ہے

انسانیت تہذیبوں سے بالاتر ہے۔ یہ سب تہذیبیں مل کر بھی آدمیت کو جنم نہیں دیتیں آدمیت تہذیبوں کو جنم دیتی ہے۔ آدمیت کسی زمانے اور کسی مقام سے مخصوص نہیں۔ تہذیبیں اس کا لباس ہیں۔ وہ اپنا لباس بدلتی رہتی ہے۔ اور اپنے سن اور اپنے ذوق کے مطابق اپنے کو آراستہ کرتی رہتی ہے۔ اور یہ بالکل قدرتی اور ضروری ہے۔ جو بچہ ہے وہ بچوں کا لباس پہنے گا۔ جو جوان ہے وہ جوانوں کا چولا بدلے گا۔ بچوں کا جوان کو نہیں پہنایا جا سکتا انسانیت کو کسی خاص دور یا کسی خاص ملک کے کلچر کا پابند نہ کیجئے انسانیت کو بڑھنے دیجئے۔ انسانیت آبِ حیات کا چشمہ ہے اسے اُبلنے دیجئے، یہ صحرا، ریگستان اور میدانوں میں دوڑتا چلا جاتا ہے اسے بڑھنے اور پھیلنے دیجئے، مذہب کے عالمگیر اور زندہ اُصولوں اور اپنی ذہانت اور ذوق سے انسانیت کا ایک نیا نمونہ اور ایک نیا پیکر پیدا کیجئے انسانیت کا اخلاق کا ایک نیا گلدستہ بنایئے وہ تازہ اور شاداب گلدستہ ہوگا، جو پھول سوکھ گئے، مرجھا گئے ان کو گلے کا ہار بنانے پر اصرار نہ کیجئے۔

مذہب رُوح دیتا ہے کلچر ایک ڈھانچہ

مذہب اور تہذیب کا راستہ الگ ہے مذہب روح دیتا ہے اور کلچر ایک ڈھانچہ (MODEL) مذہب طریقۂ حیات اور زندگی کا ایک ضابطہ دیتا ہے، کچھ پابندیاں عائد کرتا ہے، پھر آزاد چھوڑ دیتا ہے۔ مثال کے طور پر تہذیب کہتی ہے کہ سینٹھے کا قلم مقدس ہے اور مذہب کو اس سے بحث نہیں کہ لوہے کے قلم سے لکھا جائے یا فونٹین پن سے۔ اس کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ جو کچھ لکھا جائے وہ سچ ہو اور اچھا، مذہب مقصدِ حیات عطا کرتا ہے اور زندگی کو روح دیتا ہے، وہ انسانی زندگی پر کنٹرول قائم رکھتا ہے۔ مگر اس سے حرکت اور نشوونما کی صلاحیت نہیں چھینتا، کلچر کا احیاء انسان کی نجات نہیں۔ چاہے یہ کام ہندو کرے یا مسلمان یا عیسائی۔

رسم الخط یا ضمیر و اخلاق

آج اس پر بڑا معرکہ برپا ہے کہ ملک کی زبان کیا ہونی چاہیئے، کس رسم الخط میں لکھنا چاہیئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت کے درد کا مداوا اسی میں ہے، ملک کا سدھار اسی پر موقوف ہے۔ دوستو! پیغمبروں کے سوچنے کا یہ طریقہ نہیں۔ ان کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ تحریر کہاں سے شروع کی جائے اور کہاں ختم کی جائے داہنے سے شروع ہو کر بائیں طرف، یا بائیں سے شروع ہو کر داہنی طرف، ان کو تو اس سے دلچسپی ہے کہ لکھنے والا سچا، خدا سے ڈرنے والا امانت دار اور فرض شناس ہو، پھر وہ کسی طرح لکھے وہ اچھا ہوگا۔ میں نے بنارس میں کہا تھا کہ اگر دستاویز جھوٹی ہے تو کیا داہنی سے شروع کرنے اور اُردو یا فارسی میں لکھنے سے یا بائیں سے شروع کرنے اور ہندی یا انگریزی میں لکھنے سے وہ سچی ہو جائے گی؟ جھوٹی اور جعلی دستاویز کو جس طرح اور جس طرف سے لکھو گے وہ جھوٹی اور جعلی اور باطل رہے گی سچی دستاویز کو جس طرح اور جس طرف سے لکھو گے وہ سچی رہے گی پیغمبر رسم الخط کے پیچھے نہیں پڑتے۔ وہ اس ہاتھ کو درست کرنا چاہتے ہیں جو قلم سے کام لیتا ہے بلکہ وہ اس دل کو درست کرنا چاہتے ہیں جو ہاتھ کو حکم دیتا ہے۔

پیغمبر وسائل نہیں پیدا کرتے مقاصد عطا کرتے ہیں

پیغمبروں کا کام یہ نہیں کہ اپنے اپنے زمانہ میں نئی نئی ایجادیں کریں، اور آلات اور مشینیں تیار کریں۔ وہ اس طرح کے انسان پیدا کرتے ہیں جو ان مصنوعات اور وسائل کو صحیح مقصد کے لئے صحیح طریقے پر استعمال کر سکیں، یورپ وسائل پیدا کرتا ہے، پیغمبر مقاصد عطا کرتے ہیں، انھوں نے مشینیں نہیں ڈھالیں آدمی ڈھالے تھے۔ یورپ نے مشینیں بنائیں مگر انھیں استعمال کون کرے؟ درندہ صفت انسان؟ آج ساری مصیبت یہ ہے کہ وسائل بہت ہیں، ایجادات بہت ہیں۔ سامان بہت ہے۔ مگر صحیح طریقے پر استعمال کرنے والا آدمی نایاب ہے۔

انسانیت کو غمخوار انسانوں کی ضرورت ہے

انسانیت کو آج ایمان و یقین سچائی اور پاکیزگی، محبت و مروت اور ہمدردی و غمخواری کی ضرورت ہے۔ اس کا مداوا تہذیب نہیں، تحریر نہیں اس کو ضرورت ہے غمخوار انسانوں کی، دردمند انسانوں کی جو دوسروں کے لئے گھلیں اور اپنے کو مٹا کر دوسروں کو بنائیں۔ تحریروں اور تہذیبوں سے انسانیت نہیں پیدا ہوتی۔ یورپ نے ہم سے اخلاق اور روحانی اقدار (VALUES) چھین لئے، اس معاملہ میں وہ خود خالی ہاتھ تھا۔ اس نے ہمیں بھی دیوالیہ بنا دیا۔ اس نے ہماری جھولیوں کو اخباروں سے بھر دیا، معلومات سے بھر دیا۔ مصنوعات سے بھر دیا، اس نے ہماری راتوں کو چراغوں سے جڑ دیا۔ بجلی کے قمقموں سے جگمگا دیا۔ ہمیں دل کی روشنی کی ضرورت تھی، اس نے دل کا چراغ گل کر دیا۔ مبارک تھا وہ زمانہ جب دل کی روشنی تھی، بجلی کی روشنی نہیں تھی آپ خود سوچیں آپ سے کوئی سودا کرنا چاہے تو آپ کو کونسا زمانہ پسند ہے؟ —— انسانیت کا، ہمدردی کا، غمخواری کا زمانہ، جس میں آدمیت کی قدر اور فکر تھی یا وہ زمانہ جس میں انسانیت کا کوئی احترام نہیں۔ مگر اس میں پریس ہیں، بجلی کی روشنی ہے اور برقی پنکھے ہیں، آج سکونِ قلب میسر نہیں، لیکن پیسہ کی افراط ہے، آج سب کچھ ہے لیکن روحانی قدریں عنقا ہیں۔ آج سب کچھ ہے لیکن مقصد نہیں۔ جس کے حلق میں کانٹے پڑ رہے ہوں، پیاس سے تڑپ رہا ہو، اسے چلو بھر پانی چاہیئے، اس کے لئے سب کچھ، کچھ نہیں۔ اس کے لئے اشرفیاں موجود ہوں تو کیا؟ جس تمدن میں محبت کا ذرہ نہیں، ایثار و ہمدردی کا نام نہیں جسے دیکھو غرض کا بندہ اس تمدن کو لے کر کیا کریں۔

ہم نے دل کا راستہ کھو دیا

ساری غلطی یہ ہوئی ہے کہ صحیح دروازے سے آنے کی کوشش نہیں کی جاتی چور دروازے سے داخل ہوتے ہیں۔ دل کا پھاٹک مذہب ہے اور اندر جانے کا راستہ وہی تھا۔ دل کا راستہ ہم کھو چکے ہم خود غرضیوں کے ساتھ وہاں نہیں پہنچ سکتے، دنیا کا بگاڑ، بیجا غرور اور خواہشات کا اقتدار اور ان سب کا دہانہ دل ہے؟ اس دل میں جب ایک خدا کا اقتدار نہیں، اسے اس کی بالادستی تسلیم نہیں۔ یہ اپنے کو اس کے سامنے جواب دہ نہیں سمجھتا، تو پھر اس کی شکایت کیا کسی کو پھر کیا غرض ہے کہ وہ کسی کی مدد کرے اور دوسرے کے لئے اپنے کو خطرے میں ڈالے، آج کی دنیا میں بھائی بھائی کو تاجرانہ ذہن سے دیکھتا ہے۔ ہر ایک نے دوسرے کو گاہک اور فریق سمجھ لیا ہے۔ سب طرف لوٹ کھسوٹ (EXPLOITATION) کا بازار گرم ہے۔ فطرت انسانی مسخ ہو گئی ہے، باپ بیٹوں سے نالاں ہیں۔ اُستاد شاگردوں سے ناخوش ہیں۔

نظامِ تعلیم کا نقص

آج یونیورسٹیوں میں کہرام مچا ہوا ہے کہ شاگرد ادب نہیں کرتے۔ اور اُستاد شفقت و ہمدردی نہیں برتتے تمام لوگ اس سے پریشان ہیں اور اس کی اصلاح کی طرح طرح کی کوششیں ہوتی ہیں۔ لیکن اس کی جڑ اور بنیاد پر غور نہیں کیا جاتا۔ کہ یہ تعلیمی نظام جس کا سارا ڈھانچہ مادہ پرستی پر ہے۔ آخر اس کے نتائج کیا ہو سکتے ہیں، تعلیم کا کون سا اسٹیج ہے۔ جہاں اخلاق اور کردار کی تعمیر کی کوشش کی جاتی ہے؟ یہ تمام برائیاں تو متوقع نتائج ہیں اس نظام تعلیم کے، تمہارا ادب، تمہارا آرٹ، نفسانی خواہشات کو بیدار کرتا ہے اور انسان کو موقع پرست (OFPORTU NIST) بناتا ہے اور پھر تمہارا ماحول ایسے مواقع بہم پہنچاتا ہے کہ خواہشات اور خود غرضیوں کی تسکین ہو سکے، وہ تمہیں دولت مند ساہوکار بننے کا جذبہ دیتا ہے، اس وقت ضرورت ضمیر اور ذہن بدلنے کی ہے۔ ان کے بدلے بغیر کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

ذہنیت کی تبدیلی کی ضرورت

آج ہمارے ملک میں نئی اصلاحی اور سماجی تحریکیں چل رہی ہیں، ہم ان کی قدر کرتے ہیں۔ اور ہمارا بس چلے تو ہم ان کی مدد کریں، خصوصاً بھودان تحریک، لیکن زمین لینے سے پہلے دلوں میں یہ بات پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ کوئی زیادہ زمین ہی نہ رکھ سکے۔ لوگ خود بخود زمین دینے کو تیار ہو جائیں۔ ایسی ذہنیت بنائیے کہ لوگ ضرورت مندوں کو اپنی چیزیں دے کر خوشی محسوس کریں۔

ہم نے تاریخ میں یہ واقعہ پڑھا ہے کہ مکہ اور مدینہ

میں پشتینی رقابت تھی۔ ان کے کلچر اور (SOCIAL LIFE) میں اختلاف تھا، لیکن جب مکّہ سے لوگ مدینہ آنے پر مجبور ہوئے اور انھیں اپنا سارا اثاثہ اور مال و دولت چھوڑ کر خالی ہاتھ مدینہ آنا پڑا تو جن کے پاس کچھ نہ تھا وہ مدینہ کے مالدار کھاتے پیتے لوگوں کے بھائی بنا دئیے گئے۔ انہوں نے اپنے ان نئے بھائیوں کو سینے سے لگایا اور جن سے کوئی خونی رشتہ نہیں تھا۔ ان کے سامنے اپنے گھر کی آدھی دولت لاکر رکھ دی۔ ادھر ان آنے والوں کے دل ایسے بنائے گئے تھے۔ اور ان کی ایسی تربیت کی گئی تھی کہ انہوں نے ان کو دعا دی اور ان کا شکریہ ادا کیا، اور کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں، ہمیں آپ کچھ تھوڑا سا قرض دے دیجئے اور بازار کا رستہ بتا دیجئے۔ ہم مکّہ میں بھی تجارت کرتے تھے، یہاں بھی تجارت کریں گے۔ پیغمبر اسلام نے مدینہ والوں میں ایثار و ہمدردی اور قربانی کا جذبہ بیدار کیا اور مکّہ والوں میں خود اعتمادی اور خودداری کا، انہوں نے گھر کی دولت آنے والوں کے قدموں پر ڈال دی، اور آنے والوں نے دولت پر نگاہ نہ کی اور اپنے ہاتھ پاؤں اور اپنی محنت سے کمانے کا فیصلہ کیا۔

ہمارا سر نیچا ہو جاتا ہے جب آج کی ہجرت پر نظر ڈالتے ہیں، نہ ایک طرف ایثار و ہمدردی ہے نہ دوسری طرف خود اعتمادی اور خودداری۔

ہم کہتے ہیں کہ ذہنیت بدلئے، محبت پیدا کیجئے۔ ایسے دل پیدا کیجئے جو دوسروں کے غم میں گھلنے کی آرزو کریں۔ زمین کی تقسیم سے پہلے انسان کے اندر یہ آگ پیدا کرنی تھی کہ اس سے کسی کی مصیبت دیکھی نہ جاتی۔ کمیونزم انتظام اور اسٹیٹ سے کام لیتا ہے۔ مذہب دل کی کیفیت ایسی بناتا ہے کہ اشرفیاں سانپ بچھو معلوم ہونے لگیں۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوتے۔ وہ نماز جس کے لئے آپ کہتے ہیں کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ جس کے لئے آپ بے چین رہتے تھے۔ اور بلال مؤذن سے کہتے تھے کہ اذان دے کر میری تسکین کا سامان کرو۔ ایسی نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں۔ لیکن اچانک گھر میں واپس جاتے ہیں، پھر واپس آکر نماز ادا کرتے ہیں۔ پوچھا گیا کہ آپ کو کونسا ضروری کام یاد آیا کہ نماز چھوڑ کر واپس تشریف لے گئے۔ فرمایا کہ تھوڑا سا سونا رکھا تھا، میں اسے غریبوں میں تقسیم کرنے کی ہدایت کر آیا۔

خدا پرستی کی تحریک کی ضرورت

آج خدا پرستی اور انسانیت دوستی کی تحریک کی ضرورت ہے، آج اس کے لئے ایک زبردست (COMPAIGN) کی ضرورت ہے، ایک آندھی کی ضرورت ہے خدا پرستی کی آندھی کی ضرورت ہے۔ جو بڑی بڑی خود غرضیوں کے پہاڑوں کو ہلادے، خواہشات کے ٹیلوں کو اڑا دے، شہر شہر، گاؤں گاؤں یہ کہنا ہے کہ حیوانی زندگی باقی رکھنے کے لائق نہیں۔ مادہ پرستی کا درخت کھوکھلا ہو چکا ہے۔ نفس پرستی کا درخت جو دنیا پر چھایا ہوا ہے جڑیں چھوڑ چکا ہے۔ انسانو! اپنی قدر پہچانو، زندہ حقیقتوں سے اپنی قسمت باندھو۔ اللہ کی زبردست طاقت سے جڑ جاؤ۔

علم و اخلاق کے تعاون کی ضرورت

ہم کو وہ سنیاسیت اور جوگ مطلوب نہیں جو دنیا سے کنارہ کشی کی تعلیم دے اور اپنی جگہ غاروں اور پہاڑوں پر تلاش کرے۔ ہم اس روحانیت کی دعوت دیتے ہیں، جو زندگی کے ساتھ چلتی ہے بلکہ زندگی کی رہنمائی کرتی ہے۔ ہم رجعت پسند نہیں ہیں، (REACTION) کا قائل نہیں۔ انسانیت کے لئے یہ ضروری ہے اور انسانیت کا تقاضا اور اس کی مانگ ہے کہ اخلاق علم و سائنس اور خدا پرستی مل جل کر چلیں، آج اس کا توازن بگڑ گیا۔ انہیں تعاون اور اعتماد (CO-OPERATION) نہیں رہا۔ سائنس ایک طرف جا رہا ہے تو اخلاق ایک طرف، دونوں انتہا پسند (EXTREMIST) ہیں۔

مادہ پرستی اور روحانیت

یہی حال مادہ پرستی اور روحانیت کا ہے، ایک دنیا کو نگل لینا چاہتا ہے اسے پوجتا ہے، ایک اس سے نفرت کرتا ہے اور اس سے بیزار ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اسے خدا کا عطیہ سمجھ کر اللہ کی نعمت سمجھ کر اس کے قانون کے مطابق استعمال کرو۔ اسے اپنا غلام سمجھو، خود اس کے غلام نہ بن جاؤ، نہ اس زندگی کی پرستش کرو، نہ اس سے نفرت کرو۔ خدا کے سامنے اپنے کو جوابدہ سمجھو۔ اور اس کی عدالت کے سامنے حاضر ہونے کا اور جزا و سزا کا یقین کرو، اس کے بھیجے ہوئے بے غرض اور مخلص پیغمبروں پر اعتماد کرو۔ اور انھیں سے اس زندگی کے اصول اور ضوابط حاصل کرو۔ اپنے کو خدا کا بناؤ، یہ دنیا تمھاری بن جائے گی۔

بقیہ ہماری نوجوان قوت کی بربادی

(صفحہ ۱۲ سے آگے)

تفریح و تعلیم کو جمع کیا گیا ہو۔ تو ہمارے بگڑے ہوئے نوجوانوں کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ آنے والی نسل بھی تندرست، صحت مند اور روشن دماغ پیدا ہو سکتی ہے۔ اگر یہ صحیح ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بالکل صحیح ہے۔ کہ اخلاق ماحول کی پیداوار ہوتے ہیں۔ تو ہمیں اپنے معاشرے سے وہ خرابیاں دور کرنی چاہئیں جو ہمارے ماحول میں پائی جاتی ہیں۔ ماحول درست ہو جانے ہی کی صورت میں افراد کے اخلاق درست ہو سکتے ہیں۔ وہ ایک ایسی فضا ہوگی جس میں ہر انسان کو خواہ مخواہ اخلاق کا پابند رہنا ہوگا۔ اور یہ اس کے لئے کوئی مشکل نہیں ہوگا۔ اگر ہم اپنے ماحول کی اصلاح نہ کریں۔ اپنے نوجوانوں کے لئے اچھے ادارے قائم نہ کریں۔ اور انھیں صرف سکولوں اور کالجوں سے روکیں اور کھیلوں اور تفریحات کے اداروں میں شامل ہونے منع کریں۔ تو یہ فقط منفی کام ہوگا۔ اور اس کا اثر الٹا ہوگا۔ اور خرابی دوگنی قوت کے ساتھ مقابلہ کے لئے ابھرے گی۔ موجودہ ادارے ناقابل اصلاح ہیں۔ اور وہ جس فلاسفی پر چل رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ وہ حالات ہیں۔ جن کی طرف ہم نے پہلے اشارے کئے ہیں۔ یہ ادارے اس فلاسفی کو چھوڑنے کے لئے تیار بھی نہیں ہیں۔ اس لیے ہمیں نئی فلاسفی کی ضرورت ہے جسے اساس بنا کر متبادل تعلیمی اور تفریحی ادارے قائم کئے جائیں۔ ہمارا سال خوردہ فکر مند طبقہ اس کی تلاش کرے تو اسے پالینا ممکن ہے۔

جب ہم اپنے نوجوانوں کے لئے اچھے مشاغل پیدا کر دیں گے۔ تو انہیں برے مشاغل میں پھنسنے کے لئے وقت نہیں ملے گا۔ اور نفسیاتی نکتہ نگاہ سے یہ بالکل صحیح ہے کہ جب برائی محبوب بن جاتی ہے تو آدمی اسے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ لیکن جب اس کے بالمقابل اچھائی کا بندوبست کیا جائے اور اسے اس کا پابند بنا دیا جائے۔ تو وہ برائی خود بخود دور ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ اصلاح کاری اتنی آسان نہیں۔ جتنی ظاہراً ان فقروں سے ہوتی ہے۔ اس کے لئے بہت بڑے انقلاب کی ضرورت ہے اور حق تو یہ ہے کہ اس کے لئے ساری قوم کی اجتماعی قوت درکار ہے۔ لیکن جب تک ساری قوم تیار نہیں ہوتی چھوٹے چھوٹے اجتماع اپنے اپنے علاقوں میں کام کریں۔ اس کے بعد ساری قوم کو اس طرف متوجہ کر لینا آسان ہوگا۔ اور وہ یہ اس کام کا تکمیلی درجہ ہوگا۔ قرآن حکیم نے برائی کا مقابلہ کرنے کے لئے صرف ایک صورت بتائی ہے۔ وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى۔ اور اس کی عملی صورت یہی ہے۔ کہ مل کر کام کیا جائے اور اپنی مشکلات کو تقسیم کار کے اصول پر ایک دوسرے کے تعاون سے آسان کیا جائے۔ ضرورت صرف ایسے دردمند اصحاب فکر اور مستقل مزاج انسانوں کی ہے۔ جو ایسے اجتماع پیدا کریں۔ اور اس کام کی رہنمائی کریں۔ وسائل پیدا ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ کوئی کوشش کرے سہی۔ اللہ تعالے اس کی کوشش کو ضائع نہیں کرے گا۔

إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الصَّالِحِينَ (۱۷:۷)

وَاللّٰہُ المستعان

بچوں کا صفحہ

خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عزیز بچو! ہمارے مذہب کو پھیلانے اور کفر و بے دینی کا مقابلہ کرنے کے لئے جن صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے ماتحت جہاد کیا اُن میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا نام بہت ممتاز ہے۔ وہ اس قدر بہادر اور جری تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں "سیف اللہ" کا خطاب عطا فرمایا۔ جنگ اُحد کے موقعہ پر خالد کفار (مکہ والوں) کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کے لئے میدان احد میں آئے تھے۔ حضورؐ نے ایک خطرناک پہاڑی پر چند مسلمانوں کو بٹھا رکھا تھا۔ اور حکم دیا تھا کہ کسی حالت میں بھی اس جگہ سے نہ ہلیں۔ لیکن جب کفار کو شکست ہو گئی۔ تو مسلمانوں نے وہاں ٹھہرنے کو غیر ضروری سمجھ کر اس جگہ کو چھوڑ دیا۔ خالد بن ولیدؓ ایسے موقع کی تاک میں تھے فوراً پیچھے سے حملہ آور ہو گئے اور اس زور سے حملہ کیا کہ مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہو گئی بلکہ اس جنگ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان اطہر بھی شہید ہوئے۔

اسلام قبول کرنے کے بعد دین کے دشمنوں کا قلع قمع کرنے کے لئے حضرت خالد بن ولیدؓ نے بڑی بڑی قربانیاں پیش کیں۔ اُن کی سب سے بڑی صفت یہ تھی کہ وہ دشمنوں کی کثرت اور طاقت سے بالکل نہیں گھبراتے تھے۔

پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو طلیحہ اور مسیلمہ کذاب جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کر رکھا تھا ان کی سرکوبی کے لئے مامور کیا۔ باوجودیکہ اُن کے ساتھ چالیس ہزار کا لشکر تھا۔ مگر جناب خالدؓ کے سامنے اُن کے قدم نہ جم سکے۔ اور شدید جنگ کے بعد مسیلمہ کذاب بھاگ نکلا۔ اور بالآخر قتل کر دیا گیا۔

جب رومیوں سے مقابلہ ہوا تو ایک لاکھ بیس ہزار کفار کے مقابلہ میں صرف دس ہزار مسلمان حضرت خالدؓ کی ماتحتی میں تھے لیکن فتح مسلمانوں ہی کی ہوئی۔ اس جنگ میں خالدؓ گھوڑے پر سوار ہوئے اور نیزہ تولتے میدان میں آ گئے۔ اُدھر سے کفار کا پہلوان ہرمز مقابلہ کے لئے نکلا۔ جو تمام کا تمام لوہے میں غرق تھا۔ اس نے خالدؓ سے حملہ کے لئے کہا۔ خالدؓ نے تلوار لہرائی۔ اس نے ڈھال پر روک لی۔ اب ہرمز کی باری تھی۔ اس نے اپنی جگہ سے اُچھل کر تلوار کا وار کیا۔ مگر خالد نے لپک کر اس کی کلائی پکڑ لی۔ پھر کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے گھوڑے کی پیٹھ سے اٹھایا اور زمین پر پٹخ دیا۔ اس کا سر کاٹا اور دشمنوں کی طرف پھینک دیا۔ اس جنگ میں تیس ہزار سے زائد رومی قتل کئے گئے۔ آپ کے کردار کا ایک روشن پہلو یہ بھی تھا کہ آپ امیر کے حکم کی فرمانبرداری پوری پوری کرتے تھے۔ ایک جنگ میں حضرت عمرؓ کی طرف سے آپ کی جگہ حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح کو سپہ سالار مقرر کر دیا گیا۔ آپ نے اس حکم کی فوراً بجا آوری کی۔ اور اعلان کیا کہ میں حضرت ابوعبیدہؓ کی قیادت میں ایک سپاہی کی طرح لڑنے میں زیادہ خوشی محسوس کروں گا۔ اور اسی طرح کارہائے نمایاں سرانجام دیتے رہے۔

عزیز بچو! ایسے جرنیل کی مثال دنیا کی کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی۔ چنانچہ ہمیں نہ صرف اُن کی پاک زندگی سے بہادری اور جانبازی کا سبق ملتا ہے بلکہ فرمانبرداری اور تابعداری کا بھی۔

شکر

محمد شریف پرویز نگ لاہور

بچو! تم نے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کا نام تو ضرور سُنا ہوگا۔ کہتے ہیں آپ بڑے صابر اور شاکر تھے۔ ایک دفعہ آپ کی مالی حالت اس قدر خراب ہو گئی کہ آپ کے پاؤں میں جوتا تک نہ رہا۔ چونکہ آپ بڑے صابر و شاکر تھے۔ مگر بچو! پھر بھی انسان تھے گھبرا گئے اور اپنی قسمت کو کوستے ہوئے مسجد سے نکل کھڑے ہوئے۔ ابھی تھوڑی دور ہی گئے تھے۔ کہ آپ کی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی۔ جس کی دونوں ٹانگیں ہی نہیں تھیں۔ یہ ماجرا دیکھ کر آپ اپنی غلطی پر بہت پشیمان ہوئے فوراً مسجد میں واپس آ گئے اور خدا کا شکر بجا لائے۔ کہ اے پروردگار تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ جو تو نے مجھ ناچیز کو دو ٹانگیں تو عنایت کیں۔ اگر جوتا نہیں تو نہ سہی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس موقعہ پر یہ دعا پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ (اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس چیز سے بچایا۔ جس میں تجھ کو مبتلا کیا اور مجھے اپنی مخلوق میں سے اکثر پر فضیلت دی۔)

پیارے بچو! بیشک تمہیں ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے اور وہ جس حال میں رکھے اس حال میں خوش رہنا چاہیئے اگر خدانخواستہ کبھی مصیبت بھی آ جائیں تو گھبرانا نہیں چاہیئے بلکہ اُن لوگوں کی طرف دیکھ کر جن کی حالت ہم سے کہیں بدتر ہے اس کا شکر بجا لانا چاہیئے کہ اس نے ہم کو بہتوں سے بہتر بنایا۔ کیونکہ جو ایسا کرتا ہے۔ خدا آئے دن اس پر نعمتوں میں اضافہ کرتا ہے۔

بس ہم کو ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیئے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

سینکڑوں دنیا میں ہیں بے دست و پا رات دن فاقہ کشی میں مبتلا
نان جو ملتی ہے کر شکر خدا پاؤں میں جوتا نہیں تو کیا ہوا

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

ایڈیٹر۔
عبدالمنان چوہان

ہفتہ وار خبریں

ہدیہ خدمت
سالانہ ...... گیارہ روپے
ششماہی ...... چھ روپے
فی پرچہ چار آنے
جلد (۱) شمارہ (۲۹)

عکسی قرآن مجید
اور دیگر
اسلامی، ثقافتی، علمی، ادبی اور درسی کتب
بآسانی تاجران کتب اور شائقین تک پہنچانے کے لئے
فیروز سنز ٹرسٹ
نے
کشمیری بازار۔ لاہور
(کوچہ میاں سراج دین)
میں اپنی دکان کھول دی ہے

— کراچی - ۲۵ نومبر۔ دستور ساز اسمبلی میں مسلم لیگ اور متحدہ محاذ پر مشتمل کولیشن پارٹی کا اجلاس ۲۹ نومبر کو منعقد ہوگا۔ معلوم ہوا ہے کہ پاکستان کے آئندہ آئین کا مسودہ تیار ہو چکا ہے۔ جسے کولیشن پارٹی کے اجلاس میں زیر بحث لایا جائے گا۔

— ملتان - ۲۵ نومبر۔ حکومت مغربی پاکستان نے ان قیدیوں کی میعاد سزا میں پانچ پانچ ماہ کی معافی دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ جنہوں نے نہروں کی مرمت کے اہم کام میں حکومت کی امداد کی ہے۔

— کراچی - ۲۶ نومبر۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ شاہ سعود نے دورہ بھارت کے دوران میں بخشی غلام محمد کی طرف سے کشمیر آنے کی دعوت مسترد کر دی ہے۔

— کراچی - ۲۶ نومبر۔ وزیر اعظم پاکستان مسٹر محمد علی نے آج صبح آل پارٹیز کانفرنس کا افتتاح کیا۔ جس میں ممتاز اشخاص اور اخباری نمائندوں کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔

— کراچی - ۲۶ نومبر۔ کشمیر پر بھارت کے غاصبانہ قبضے کے خلاف اظہار ناراضگی کے لئے آج کراچی میں مکمل ہڑتال منائی گئی۔ طلبہ اور عوام نے جلوس بھی نکالے۔

نفیس زیورات

ہمارے یہاں خالص سونے کے بہترین جڑاؤ اور پلین زیورات مقابلتاً ارزاں ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر طرح کے زیورات آرڈر پر تیار کئے جاتے ہیں۔
ٹیلیفون نمبر ۳۴۷۲

زیورات خریدتے وقت
دھرم کانٹے کی سوئی
اور
دکان کا نام دونوں کو
ضرور دیکھیں۔

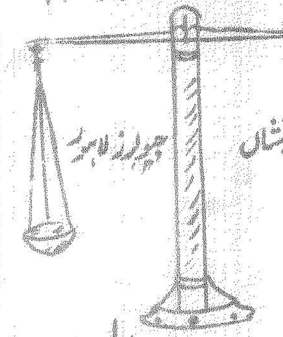

زرفشاں جیولرز ۳۴ کمرشل بلڈنگ۔ دی مال لاہور

قائم شدہ ۱۹۴۳ سابقہ
زیر دروازہ مسجد وزیر خاں
ٹیلیفون نمبر ۲۷۴۳
پاک (انڈین) لاک ہاؤس لاہور
تالے۔ قینچیاں۔ چھریاں۔ دیگر سامان کٹلری کے لئے مشہور ہے۔

— بغداد - ۲۲ نومبر۔ معاہدہ بغداد کی مستقل کونسل کا ۴ روزہ افتتاحی اجلاس آج یہاں ختم ہوگیا۔ آج کے اجلاس میں رکن ملکوں میں اقتصادی تعاون بڑھانے کے لئے ایک اقتصادی کونسل کا قیام عمل میں لایا گیا۔

— رباط - ۲۲ نومبر۔ کیسابلانکا میں آج پولیس نے مظاہرین کے جلوس پر گولی چلا دی۔ جس سے متعدد مراکشی ہلاک ہوگئے۔

— بمبئی - ۲۲ نومبر۔ کل شام تک پولیس کی فائرنگ سے یہاں ۱۰ اشخاص ہلاک اور ۲۰ مجروح ہوئے تھے۔

— بمبئی - ۲۲ نومبر۔ کانگرس اسمبلی پارٹی کے ۱۵۴ ارکان نے اسمبلی کی رکنیت سے اپنے تحریری استعفے پیش کر دیے ہیں

— بغداد - ۲۲ نومبر۔ بغداد کونسل کے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ مشرق وسطی کی دفاعی تنظیم کا مستقل صدر مقام بغداد میں قائم کیا جائے گا۔

— بغداد - ۲۳ نومبر۔ معلوم ہوا ہے کہ میثاق بغداد کی کونسل کا آئندہ اجلاس اپریل ۱۹۵۶ء میں طہران میں منعقد ہوگا۔

— رباط - ۲۳ نومبر۔ معلوم ہوا ہے ہسپانوی مراکش کی سرحد پر حریت پسندوں کی بغاوت کے آثار دوبارہ نظر آنے لگے ہیں۔ جن کی سرکوبی کے لئے منگل کو فرانسیسی کمک روانہ کر دی گئی ہے۔

— لندن - ۲۵ نومبر۔ پاکستان میں آل پارٹیز کشمیر کانفرنس کے موقع پر برطانوی وزیر دولت مشترکہ لارڈ ہوم نے تنازعہ کشمیر میں مداخلت سے معذوری کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان اور ہندوستان

(پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین لاہور شیرانوالہ دروازہ سے شائع ہوا)